العطایا النعیمیۃ فی الفتاوی النوریۃ

اہل سنت کا نشان
ماہنامہ بقیع کراچی
MAY 2026
مفت سلسلہ اشاعت نمبر 383
Regd. # MC-1177

فتاویٰ
عطائے اہل سنّت
(پانچواں حصّہ)

مُصنّف
شیخ الحدیث ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
(شیخ الحدیث جامعۃ النور، رئیس دار الإفتاء النور)

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان
Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

العَطايَا النعِيميَّةِ فِي الفَتاوى النُّوْرِيةِ

فتاوی عطائے اہل سنت

(پانچواں حصہ)

مُصنّف

شیخ الحدیث ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

(شیخ الحدیث جامعۃ النّور و رئیس دار الإفتاء النّور)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : العَطايَا النعِيميَّة فِي الفَتاوى النُّوْرِية

فتاویٰ عطائے اہل سنت (پانچواں حصہ)

سن اشاعت : ذیقعدہ ۱۴۴۷ھ / مئی 2026ء

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار میٹھادر، کراچی

فون: 021-32439799

خوشخبری : یہ رسالہ www.ishaateislam.org پر موجود ہے۔

فہرست

پیش لفظ .... - 1 -
حالتِ نماز میں تصویر سامنے آجائے تو کیا حکم ہے؟ .... - 9 -
قراءت میں فحش غلطی ہونے پر درست پڑھ لیا جائے تو نماز کا حکم .... - 13 -
امامت کی شرائط .... - 14 -
بدمذہب کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم .... - 17 -
شبینہ کی جماعت کا حکم .... - 20 -
اقامت میں ماضی کا صیغہ استعمال کرنے کی وجہ .... - 27 -
مستحق رشتہ دار کو زکوۃ دینے کا حکم .... - 30 -
حقیقی بھائی کی دودھ شریک بہن سے نکاح کا حکم .... - 33 -
خط کے ذریعے بیوی کو طلاق دینے کا حکم .... - 34 -
ایک ساتھ تین طلاقیں دینے کا حکم .... - 36 -
لفظِ طلاق کی تین مرتبہ تکرار کا حکم .... - 44 -
نیّتِ خیر کے ساتھ حلالہ کا حکم .... - 46 -
نشے کی حالت میں حاملہ کو طلاق کا حکم .... - 48 -
رخصتی سے پہلے تین معلّق طلاقوں کا حکم .... - 58 -
تین طلاقوں کے بعد ساتھ رہنے کا حکم .... - 63 -
کنایہ کے بعد الفاظِ صریحہ سے طلاق کا حکم .... - 68 -
بحالتِ غصہ دو طلاقِ رجعی کا حکم .... - 73 -

طلاق کی تہمت لگانے سے طلاق کا حکم .... -78-
شوہر طلاق کا اقرار کرے تو نکاح کا حکم .... -84-
پگڑی کی دکان اور مکان کی خرید و فروخت کا حکم .... -87-
بہن اور بھتیجوں میں تقسیم وراثت .... -92-
وراثت سے بالکُلیہ دستبردار ہونے کا حکم .... -95-
والدہ، بیوہ اور اولاد کے مابین تقسیمِ ترکہ .... -98-
دو بیٹوں اور دو بیٹیوں میں تقسیمِ ترکہ .... -100-
ماموں زاد بھائی بہنوں میں تقسیمِ ترکہ .... -102-
حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تہبند کیوں استعمال فرماتے تھے؟ .... -107-
غارِ حرا میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عبادت .... -110-
صَفر کے آخری بدھ کی شرعی حیثیت .... -115-
ماخذ و مراجع .... -117-

پیش لفظ

نحمده و نصلّی و نسلّم علی رسولِه الکریم ﷺ

اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے: وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَ لِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَیْهِمْ لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ۠ (1)

ترجمہ: اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔ (ترجمہ کنز الایمان)

مذکورہ آیت کے تحت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قبائل عرب میں سے ہر ہر قبیلہ سے جماعتیں سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوتیں اور وہ حضور سے دین کے مسائل سیکھتے اور تَفَقُّہ حاصل کرتے اور اپنے لئے احکام دریافت کرتے اور اپنی قوم کے لئے، حضور انہیں اللہ اور رسول کی فرماں برداری کا حکم دیتے اور نماز زکوۃ وغیرہ کی تعلیم کے لئے انہیں ان کی قوم پر مامور فرماتے، جب وہ لوگ اپنی قوم میں پہنچتے تو اعلان کر دیتے کہ جو اسلام لائے وہ ہم میں سے ہے اور لوگوں کو خدا کا خوف دلاتے اور دین کی مخالفت سے ڈراتے یہاں تک کہ

---

(1) التوبۃ: ۹/ ۱۲۲

لوگ اپنے والدین کو چھوڑ دیتے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں دین کے تمام ضروری علوم تعلیم فرمادیتے۔

آیتِ مذکورہ سے فقہ کی اہمیت و فوقیت ظاہر و باہر ہے اور حدیثِ مبارک میں فرمایا گیا ہے کہ جس شخص سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اُسے معرفتِ فقہ عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں: ”قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ خَطِيبًا يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللهُ يُعْطِي“ (1)

یعنی: حضرت حُمید بن عبد الرحمٰن نے کہا کہ میں نے حضرت معاویہ کو خطاب فرماتے ہوئے سُنا، اُنہوں نے کہا کہ میں نے نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سُنا: اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اُسے دِین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور بلاشُبہ میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا ہے۔

اور فقیہ کی کیا شان ہے کہ ایک غیر فقیہ عابد شخص شیطان پر اتنا گراں و تکلیف دہ نہیں ہوتا جس قدر ایک فقیہ شیطان پر گراں ہوتا ہے جیسا کہ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ”عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «فَقِيهٌ وَاحِدٌ

(1) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیرا إلخ، رقم الحدیث: ۷۱، ص: ۱۷

أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ" [1]

یعنی: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار (غیر فقیہ) عبادت گُزاروں سے زیادہ بھاری ہے۔

پس ثابت ہوا کہ فقہاء و علماء کی شان کس قدر بلند و عظیم ہے اور ہماری یہ خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک زبردست مفتی اور فقیہ کی صحبت سے نوازا، جنہوں نے بے شُمار علماء کرام و مفتیانِ عِظام کو پڑھایا اور بہترین تربیت فرمائی اور یہ علماء و مفتیانِ کرام پاکستان اور پاکستان سے باہر دِین متین، مذہب حنفی اور اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں مصروفِ عمل ہیں، میری مُراد اس مُفتی اور فقیہ سے پیرِ طریقت، فقیہ العصر، شیخ الحدیث مفتی محمد احمد نعیمی مدّظلّہ العالی کے ممتاز شاگرد شیخ الحدیث جامعۃ النّور ودار العلوم مصلح الدّین، سربراہ دارالاِفتاء النّور ہمارے استاد ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی زید علمُہ وشرفُہ ہیں، جو کم و بیش تیس سال سے زائد عرصے سے مسندِ افتاء پر متمکن ہیں۔ آپ کے فتاویٰ عوام وخواص میں بے حد مقبول ہیں۔ علماء آپ کے فتاویٰ کو ترجیحی نظر سے دیکھتے ہیں، خصوصاً حج وعمرہ کی بابت آپ کے تحریر شُدہ فتاویٰ علماء کرام کے مابین سند کی حیثیت رکھتے ہیں جس کے ہنوز بائیس حصے شائع ہوچکے ہیں۔ تقریباً چھبیس سال کے عرصے سے آپ جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) سے منسلک ہیں۔ آپ نے یہاں رہ کر جہاں جامعۃ النّور میں درسِ حدیث خصوصاً صحیح البخاری کا درس دیتے ہیں اور وہیں بانی ادارہ محسنِ اہلسنّت حضرت

---

[1] سنن ابن ماجه، الكتاب فى الإيمان و فضائل الصحابة إلخ، باب فضل العلمآ والحث على طلب العلم، رقم الحديث: ٢٢٢، ١/ ٨١

علّامہ محمد عرفان ضیائی مدظلّہ اور دیگر اراکین جمعیت اشاعت اہلسنّت کی خواہش و مشورے سے "دارالافتاء النّور" کی بنیاد رکھی جہاں آپ ایک عرصے تک تنہا فتویٰ نویسی فرماتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ علماء کرام کو فتویٰ نویسی کی تربیت بھی دیتے رہے، پھر "تخصّص فی الفِقہ" کی کلاسز کا آغاز کروایا جس میں چند اسباق خود بھی پڑھاتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ متخصّصین کی تربیت کا سلسلہ بھی جاری رکھا ہوا ہے اور ایک عرصے کی تدریب کے بعد کچھ کو اجازتِ افتاء کی سند بھی عنایت فرماتے ہیں۔

اُستادِ محترم مفتی صاحب نے حج و عمرہ کے متعلّق ہزاروں فتاویٰ کے علاوہ بھی دیگر موضوعات پر ہزاروں فتاویٰ جات تحریر فرمائے۔ اُن فتاویٰ جات میں سے اب تک "فتاویٰ حج و عمرہ" کے بائیس حصے اور کئی الگ الگ موضوعات پر آپ کے فتاویٰ جیسے "طلاقِ ثلاثہ کا شرعی حکم" اور "زندگی میں اولاد کو ہبہ کا حکم" وغیرہما اور دیگر موضوعات کے فتاویٰ بنام "فتاویٰ عطائے اہلسنّت" جس کے تاحال چار حصے شائع ہوچکے ہیں اور اب اِدارہ "فتاویٰ عطائے اہلسنّت" کا حصہ پنجم شائع کررہا ہے۔ اللہ کریم استادِ محترم ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی دام ظلُّہ، اِس خوبصورت سلسلے اور جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے بانی محسن اہلسنّت علامہ عرفان ضیائی دام ظلّہٗ، تمام اراکین و معاونین کو دنیا و آخرت میں اِس کی بہترین جزاء عطا فرمائے اور اِن ہستیوں کا سایہ ہم پر دراز فرمائے۔ آمین!

سیّد منیز عطاری نعیمی

المتخصّص فی الفقہ الإسلامی بدار الإفتا النّور
جمعیۃ إشاعۃ أھل السنّۃ، باکستان

حالتِ نماز میں تصویر سامنے آجائے تو کیا حکم ہے؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ دورانِ نماز سامنے کی جیب سے شناختی کارڈ، آفس کارڈیا کرنسی نوٹ جن پر واضح تصویر چھپی ہوتی ہے نکل کر سجدے کی جگہ پر گرے اور حالتِ نماز میں چاہے باجماعت نماز ہو یا انفرادی طور پر وہ تصویر واضح طور پر سمجھ آئے تو ایسی صُورت میں نماز ادا ہوگئی یا دوبارہ ادا کرنی ہوگی؟ جب کہ ایک ہاتھ سے تصویر کو الٹا کردیا جائے یا دوبارہ جیب میں ڈال لیا جائے تو شرعاً اس کی اجازت ہے کیا یہ عمل کثیر تو نہیں ہوگا؟ اِس طرح بعض سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کے آفس کارڈ تصویر والے جیب پر دورانِ ڈیوٹی لگائیں جاتے ہیں اور اُنہیں لگا کر رکھنا لازمی ہوتا ہے اُس دوران نماز کا کیا حکم ہے اِسی طرح سے بعض اسکولوں میں بھی یہ رائج ہے۔

(سائل: حافظ عبدالکریم قادری، سبز واری پبلشرز، کھارادار، کراچی)

باسمه تعالىٰ وتقدّس الجواب: اگر تصویر ایسی ہو کہ بدن کا فقط چہرہ ظاہر ہو یا سینے تک ہو تو ایسی تصویر سامنے ہونے کی صُورت میں نماز مکروہِ تنزیہی ہوگی البتہ اگر تصویر مکمل جسم کی ہے اور اتنی بڑی ہو کہ کھڑے ہو کر دیکھنے سے اُس کے اعضاء ظاہر ہوں اور وہ سامنے گر جائے، تو نماز مکروہِ تحریمی ہوگی، لہٰذا اِسی سے سکّہ اور نوٹ کی تصویر کا مسئلہ بھی واضح ہوگیا کہ سکّہ کی تصویر اتنی چھوٹی ہوتی ہے کہ اُس کے اعضاء کھڑے ہو کر دیکھنے سے ظاہر نہیں ہوتے اور نوٹ کی تصویر زیادہ سے زیادہ سینے تک ہوتی ہے اور ایسی تصویر سامنے ہو، تو نماز مکروہِ تنزیہی ہوتی ہے اور جب کہ

نوٹ ضرورت کے تحت رکھے جاتے ہیں اور بہت ممکن ہوتا ہے کہ یہ نکل کر نمازی کے سامنے گر جائے، لہٰذا اِس سے بچنا دشوار ہے، اِس سے مزید حکم میں تخفیف ہوتی ہے، لہٰذا نماز مکروہِ تنزیہی بھی نہیں ہوگی۔

چنانچہ علّامہ برہان الدین محمود بن احمد ابنِ مازہ حنفی متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں: وَإذا كانتْ التصَاويرعلى السقَف أوفوق رأسِ المصلّي أوبين يدَيه أوبحذائه على الحائط أوعلى السترأوعلى وسادَة،والوسادة قائمَةأومعلّقةيكره.❶

یعنی: اگر تصاویر چھت پر ہوں یا نماز پڑھنے والے کے سَر کے اوپر ہوں یا اُس کے سامنے ہوں یا اُس کے مقابل (دائیں، بائیں) دیوار پر ہوں یا پردہ یا تکیہ پر ہوں اور تکیہ کھڑا ہو یا لٹکا ہوا ہو، تو نماز مکروہ ہے۔

اور علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت ❷ اور علّامہ سیّد محمد امین ابنِ عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ ❸ نے لکھا ہے: و يُكره أن يصلّي و بين يديه أو فَوق رأسه أو على يمينه أو يسَاره أو في ثو به تصَاوير.

اور نماز مکروہ ہے اُس صُورت میں کہ نماز پڑھنے والے کے سامنے، اوپر یا دائیں یا بائیں یا اُس کے کپڑے میں تصویر ہو۔

یوں ہی صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: مُصَلّی

---

❶ المحيط البرهاني، كتاب الكراهية والاستحسان، ٥/ ٣٠٩

❷ الفتاویٰ الهندية، كتاب الصّلاة، الفصل الثانى فيمايكره فى الصلاةومالايكره، ١/ ١٠٧

❸ ردّ المحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، ٢/ ٥٠٣، تحت قوله: والأظهر الكراهة

کے سَر پر یعنی چھت میں ہو یا معلّق ہو ، یا محلِّ سجود میں ہو کہ اُس پر سجدہ واقع ہو، تو نماز مکروہِ تحریمی ہوگی یوہیں مُصَلّی (نماز پڑھنے والے) کے آگے یا داہنے یا بائیں تصویر کا ہونا مکروہِ تحریمی ہے۔ ❶

اور اگر تصویر سر بریدہ ہو یا اتنی چھوٹی ہو کہ زمین پر رکھ کر دیکھیں تو اعضاء واضح نظر نہ آئیں، تو ایسی تصویر کی وجہ سے نماز مکروہ نہیں ہوتی۔

چنانچہ علّامہ علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: فَإِنْ كَانَتْ صَغِيرَةً أَوْ مَمْحُوَّةَ الرَّأْسِ لَا بَأْسَ بِهِ. ❷

یعنی: اگر تصویر چھوٹی ہو یا اُس کا سَر مٹا ہوا ہو، تو اس میں حرج نہیں ہے۔

اِسی وجہ سے فُقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ اگر تصویر سجدہ کی جگہ ہو تو نماز مکروہ ہے اور اگر چھوٹی ہو کہ کھڑے ہو کر دیکھنے سے اعضاء واضح نہ ہوں، تو حرج نہیں ہے۔

علّامہ محمد بن عبد اللہ بن احمد تمر تاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علّامہ علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: أَوْ محلّ سُجودہ (تمثال). ❸

یعنی، یا پھر تصویر اُس کے سجدے کی جگہ پر ہو تو نماز مکروہِ تحریمی ہے۔

اور علّامہ سیّد محمد امین ابنِ عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: ومُقتضاه أنّها لو كانت مكشوفة تُكره الصلاة معَ أنّ الصغيرة لا

---

❶ بہارِ شریعت، نماز کا بیان، مکروہات کا بیان، تصویر کے احکام، ۱/۶۲۷

❷ مرقاۃ المفاتیح، باب التصاویر، تحت قولہ: کھیئۃ الشجرۃ، برقم: ۴۵۰۱، ۷/ ۲۸۵۵

❸ تنویر الأبصار وشرحہ الدّر المختار، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا، ۲/ ۵۰۳

تکرہ الصلاۃ معھا.❶

یعنی: اِس کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر تصویر ظاہر ہو (چھپی ہوئی نہ ہو) تو نماز مکروہ ہو گی۔ باوجود یہ کہ چھوٹی تصویر کے ساتھ نماز مکروہ نہ ہو گی۔

اور امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: جاندار کی اتنی بڑی تصویر کہ اُسے زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھیں تو اعضاء بالتفصیل نظر آئیں بشرطیکہ نہ سر بریدہ ہو، نہ چہرہ محو کردہ نہ پاؤں کے نیچے نہ فرش پا انداز میں نہ مخفی پوشیدہ جس کمرہ میں ہو اُس میں نماز مطلقاً مکروہ ہے۔❷

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی لکھتے ہیں: تصویر جب چھوٹی نہ ہو اور موضعِ اہانت میں نہ ہو اور اُس پر پردہ نہ ہو تو ہر حالت میں اُس کے سبب نماز مکروہِ تحریمی ہوتی ہے مگر سب سے بڑھ کر کراہت اُس صُورت میں ہے جب تصویر مُصَلّی (نماز پڑھنے والے) کے آگے قبلہ کو ہو پھر وہ کہ سَر کے اُوپر ہو اُس کے بعد وہ کہ داہنے بائیں دیوار پر ہو پھر وہ کہ پیچھے ہو دیوار پر یا پردہ پر۔❸

اِسی طرح صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی لکھتے ہیں: (تصویر) محلِ سجود میں ہو کہ اُس پر سجدہ واقع ہو تو نماز مکروہِ تحریمی ہو گی۔❹

---

❶ ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب مایفسدالصلاۃ ومایکرہ فیھا، ۲/ ۵۰۴، تحت قولہ: لاالمستبین بکیس أوصرۃ

❷ فتاویٰ رضویہ، کتاب الصلاۃ، باب مکروہات الصلاۃ، ۷/ ۳۸۷

❸ بہارِ شریعت، نماز کا بیان، مکروہات کا بیان، تصویر کے احکام، ۱/ ۶۲۹

❹ بہارِ شریعت، نماز کا بیان، مکروہات کا بیان، تصویر کے احکام، ۱/ ۳/ ۶۲۷

اور فتاویٰ مرکز تربیتِ افتاء میں ہے: نماز ہو جائے گی وجہ یہ ہے کہ سکے میں جو تصویر ہوتی ہے وہ اِس قدر چھوٹی ہوتی ہے کہ زمین پر رکھ کر دیکھا جائے تو اُس کے اعضاء کی تفصیل ظاہر نہیں ہوتی اور روپے کی تصویر اگرچہ اِس

=

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

أحد،۹،شوال المکرم،۱٤۲۳ھ- ۱٤ دسمبر،۲۰۰۲م JIA-384

قراءت میں فحش غلطی ہونے پر دُرست پڑھ لیا جائے تو نماز کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ اگر نماز میں قراءت کرتے ہوئے امام سے ایسی غلطی ہو جائے جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے مگر وہ فوراً ہی اُس غلطی کو صحیح کر کے پڑھ لے تو نماز دُرست ہو گی یا نہیں؟

(سائل: محمد فرحان قادری، رنچھوڑ لائن، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدّس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں نماز دُرست ہو جائے گی۔

چنانچہ علّامہ یوسف بن عُمر کادوری حنفی متوفی ۸۳۲ھ [1] لکھتے ہیں اور اُن کے حوالے سے علّامہ احمد بن محمد اسماعیل طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ [2] نقل کرتے ہیں: قَرأَ فِی الصَّلاۃِ بخَطأ فاحِش ثُمّ أعَاد وقَرأ صحِیحاً فصَلاته جائِزة. [واللّفظ للطّحطاوی].

=

قدر چھوٹی نہیں ہوتی مگر ضرورت کے تحت اُس کا رکھنا جائز ہے، لہٰذا اگر روپے، سکّے کی تصویر سامنے ہو تو صحتِ نماز میں فرق نہ آئے گا۔ (فتاویٰ مرکز تربیتِ افتاء، کتاب الصلاۃ، باب مایکرہ فی الصلاۃ،۱/۲۲۸)

[1] جامع المضمرات والمشکلات فی شرح مختصر القُدوری، کتاب الصّلاۃ، باب النّوافل، فصل فیما یستحبّ فی القراءۃ وما لا یستحب، تحت قوله: نوع آخر فی اللحن فی الإعراب،۱/ ٤٤٨

[2] حاشیة الطّحطاوی علی الدّر المختار، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ، تحت قوله: إلّا ما یشق، ۱/ ۲٦۷

یعنی، دورانِ نماز کسی سے قراءت میں فحش غلطی ہو جائے پھر وہ دوبارہ پڑھ کر اُس غلطی کو صحیح کرلے تو اُس کی نماز درست ہے۔

اور مفتی محمد وقارالدین قادری حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں: نماز میں دورانِ قراءت غلط پڑھنے کے بعد پھر لوٹا کر صحیح طور پر اُسے پڑھا تو یہ نماز ہو جائے گی۔ (1)

لہٰذا ثابت ہوا کہ دورانِ نماز کسی سے قراءت کرتے ہوئے ایسی غلطی ہو جائے جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور پھر وہ اُس غلطی کو صحیح کرکے پڑھ لے تو نماز دُرست ہو جاتی ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۵ رمضان المبارک ۱٤۲۱ھ۔ ۲ دسمبر ۲۰۰۰م JIA-16

امامت کی شرائط

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ امام کی شرائط کیا ہیں اور ایسا شخص جسے نماز کے مسائل کا ہی علم نہ ہو، اُسے مستقل امام بنانا کیسا ہے؟ (سائل: نعیم احمد شیخ القادری، شہدادپور، سانگھڑ)

باسمہ تعالیٰ و تقدّس الجواب: امامت کے صحیح ہونے کے لئے چھ شرطیں ہیں۔

چنانچہ علّامہ ابو الاخلاص حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں: وشروطُ صحّة الإمامة للرّجال الأصحّاء ستّةُ أشياءَ: الإسلامُ

(1) وقار الفتاویٰ، کتاب الصلاۃ، قراءت کا بیان، ۲/ ۸۳

والبلوغُ والعقلُ والذُّکورة والقراءةُ والسّلامةُ من الأعذار کالرُّعاف و الفأفأة و التَّمْتَمَة واللُّثغ وفَقدِ شرطٍ کطهارةٍ و سَتر عورةٍ. ❶

یعنی، غیر معذور مَردوں کے لئے امامت کے صحیح ہونے کی چھ شرائط ہیں: (۱) اسلام (۲) بُلوغت (۳) عقل (۴) مرد ہونا (۵) قراءت (۶) عُذر سے سلامت ہونا مثلاً نکسیر (یعنی ناک سے خون بہنا)، گفتگو میں فاء کلمے کا زیادہ نکلنا، بات کرتے ہوئے تاء کا زیادہ نکلنا، سین کی جگہ ثاء اور راکی جگہ غین پڑھنا، کسی شرط کا نہ ہونا مثلاً طہارت اور ستر عورت۔

اور اِن ہی شرائط کو صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ نے "بہارِ شریعت" ❷ میں ذکر کیا ہے۔

اور جو شخص مسائل شرعیہ کو زیادہ جانتا ہو، تقویٰ و پرہیز گاری میں اعلیٰ ہو، اُسے امام بنایا جائے کہ یہی افضل ہے پھر اِس کے بعد دیگر۔

چنانچہ علامہ برہان الدین علی بن ابو بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: وَکون الإمَام أعلَمهم بأحکَام الشّرع وأورعهُم فی التقویٰ وأقرأهم کتاب الله تعَالیٰ وأکبرهم سِناًوهو من طَریق الأولیة. ❸

یعنی، اور امام احکامِ شرع کا زیادہ جاننے والا ہو، زیادہ تقویٰ والا ہو، اچھی تلاوت کرنے والا ہو اور اُن میں زیادہ عمر والا ہو اور یہی اوّلیت کا طریقہ ہے۔

---

❶ نور الإیضاح، کتاب الصّلاة، باب الإمامة، ص۷۹

❷ بہارِ شریعت، نماز کا بیان، امامت کا بیان، ۱/۳/۵۶۱

❸ مختارات النوازل، کتاب الصّلاة، باب الإمامة، ص۱۰۸

اور علّامہ مرغینانی آگے لکھتے ہیں: فالحَاصل یجبُ تقدِیم الأفضَل حتّیٰ یرغُب النّاس فِی الاقتداء به و تکثُر الجماعة. ❶

یعنی، حاصلِ کلام یہ ہے کہ افضل کو مقدّم کرنا واجب ہے تا کہ لوگوں کو اقتداء میں رغبت ہو اور جماعت میں کثرت ہو۔

اور علّامہ محمد بن عبد اللہ بن احمد تُمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علّامہ علاؤالدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: (وَالأحقّ بالإمامة الأعلَم بأحْکام الصّلاة) فَقط صِحّة وفساداً بشرط اجتِنابه للفوَاحش الظّاهرة وَحفظه قَدر فرْض وقیل وَاجب وقیل سُنّة. ❷

یعنی، اور امامت کا زیادہ حقدار وہ ہے جو نماز کے مسائل صحت و فساد کے اعتبار سے زیادہ جانتا ہو، اِس شرط کے ساتھ کہ وہ ظاہری گناہوں سے بھی بچتا ہو اور قرآن بقدرِ فرض اُسے حفظ ہو بعض نے کہا کہ بقدرِ واجب حفظ ہو اور بعض کے نزدیک بقدرِ سنّت حفظ ہو۔

اِس کے تحت علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: وهُو الأظهر لأنّ هٰذا التقدیم عَلی سبیل الأولوِیّة؛ فالأنسَب لَه مراعَاة السنّة. ❸

---

❶ مختارات النوازل، کتاب الصّلاة، فصل الإمامة، ص۱۰۸

❷ تنویر الأبصار و شرحه الدّر المختار، کتاب الصّلاة، باب الإمامة، ص۷۶

❸ ردّالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة، تحت قوله: قیل سُنّة، ۱/ ۵۵۷

یعنی، اور یہی (بقدرِ سنّت قرآن کا حفظ ہونے والا قول) اَظہر ہے؛ کیونکہ مقدّم ہونا بر سبیلِ اَولویّت ہے، لہٰذا سنّت کی رعایت زیادہ مناسب ہے۔

اور امامت انبیائے کرام علیھم السلام کی میراث ہے، لہٰذا ایسے کسی شخص کو امامت کے لئے متعیّن نہ کیا جائے جو پاکی ناپاکی کے مسائل یا نماز کی شرائط و ارکان و واجبات کا علم نہ رکھتا ہو اور اُسے اِن مسائل کے جاننے کا کہا جائے اور اگر متعین ہو چکا ہو تو اُسے کہا جائے کہ وہ اِن مسائل کا علم حاصل کرے تاکہ اُس کی اپنی نماز اور دوسروں کی نمازیں درست ہو سکیں اگر وہ اِس کے لئے تیار نہ ہو تو مسجد انتظامیہ اُسے معزول کر کے دوسرا امام متعین کرے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۲۸/ شوال المکرم، ۱۴۲۶ھ- ۱/ دسمبر، ۲۰۰۵م JIA-700

بدمذہب کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ کیا بدمذہب کی نماز جنازہ پڑھنا کفر ہے؟

(سائل: محمد مدثر برکاتی، کھارادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: بدمذہب سے مُراد ہر وہ شخص ہے جو اہلِ سنّت کے عقائد پر نہ ہو اور بدمذہب کی نمازِ جنازہ پڑھنا شرعاً جائز نہیں ہے کہ اِس کی ممانعت وارد ہے۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی ابن ماجہ متوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنْ مَرِضُوا فَلَا تَعُودُوهُمْ وَإِنْ مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ وَإِنْ لَقِيتُمُوهُمْ فَلَا تُسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ. ❶

یعنی، اگر (بدمذہب،بددین) بیمار پڑیں تو اُن کی عیادت کو نہ جاؤ اور اگر وہ مر جائیں تو اُن کے جنازے میں شرکت نہ کرو اور اگر اُن کا سامنا ہو تو سلام نہ کرو۔

اور اُن کے حوالے سے علّامہ علاء الدین علی متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ نے "کنزُ العمّال" میں اِس روایت کو نقل کیا ہے۔ ❷

اور علّامہ ابوالحسن نورالدین علی بن سلطان محمد قاری ہروی حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: النّهي محْمولٌ على الزجرِ وَالتّغليظ وتقبيح اعْتِقادهم على قول مَن لم يحكم بكفرهم. وعلى الْحقيقة على قَول من حكم بكُفرهم. ❸

یعنی، یہ نہی، زجر و تغلیظ اور اُن کے قبیح اعتقاد پر محمول ہے اُس کے قول کے مطابق جو اُن پر کُفر کا حکم عائد نہ کرے اور (نہی) حقیقت پر مبنی ہے اُس کے مطابق جو اُن کے کُفر کا حکم لگائے۔

---

❶ سُنَن ابن ماجة، كتاب السنة، باب في القدر، برقم: ۹۲، ۱/۷۷

❷ كنز العُمّال، كتاب الإيمان والإسلام من قسم الأقوال، الباب الأول: في تعريفهما حقيقةً ومجازًا ومتعلقات أخر، الفصل الشادس في الإيمان بالقدر، فرع في ذمّ القدرية والمرجئة، برقم: ۵۴۹، ۱/۱/۷۴

❸ مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر، برقم: ۱۰۷، ۱/۱۸۲، تحت قوله: إِنْ مَرِضُوا فَلَا تَعُودُوهُمْ وَإِنْ مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ

اور حافظ زین الدین محمد عبد الرؤوف بن تاج العارفین مناوی شافعی متوفی ۱۰۳۱ھ لکھتے ہیں: أَيْ لَا تحضروا جَنائزهم وَلَاتصلّوا عَليهم. (1)

یعنی، تم اُن کے جنازہ میں شرکت نہ کرو اور نہ اُن کی نمازِ جنازہ ادا کرو۔

پھر اگر اُس کی بدمذہبی حدِ کُفر تک پہنچ چکی ہے جس پر جنازہ پڑھنے یا پڑھانے والا مُطّلع بھی تھا، اِس کے باوُجود اُسے قابلِ مغفرت جان کر شریک ہوا تو یہ کُفر ہے اور اگر اُس کی مغفرت جائز نہیں مانتا تھا، تو حکمِ کُفر نہیں مگر پھر بھی اُسے چاہیے کہ احتیاطاً توبہ کر کے نئے سرے سے کلمہ پڑھے اور اگر شادی شُدہ ہے تو نکاح بھی دوبارہ کرے۔

چنانچہ امامِ اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: اگر کفار کی مغفرت اور اُن کا دوزخ سے نجات پانا شرعاً جائز مانتا ہے تو بیشک منکرِ نصوصِ قاطعہ ہے ورنہ حرام۔ (2)

اور بدمذہب کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم بیان کرتے ہوئے مفتیِ اعظم پاکستان مفتی محمد وقار الدین حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں: جس امام نے جان بوجھ کر شیعہ (بدمذہب) کی نماز پڑھائی وہ کم از کم سخت گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوا، اور اگر قابل مغفرت جان کر نماز پڑھائی تو اُس پر حکم کفر ہو گا، لہٰذا اُس پر توبہ کرنا فرض ہے اور بالاعلان توبہ کرے اور اگر شادی شُدہ ہے تو احتیاطاً تجدید نکاح بھی کرے اور تجدید

---

(1) تیسیر بشرح جامع الصغیر، حرف الهمزة، تحت قوله: وإن ماتوا فلا تشهدوا، ۱/ ۳٤٤

(2) شرح فضائلِ دُعا، فصل ہفتم کن کن باتوں کی دعا نہ کرنی چاہیے، ص ۲۰۴

ایمان بھی۔❶

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۲/ جمادی الاخری، ۱۴۲۲ھ۔ ۱/ ستمبر، ۲۰۰۱م JIA-122

شبینہ کی جماعت کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہندو پاکستان و دیگر پڑوسی ممالک میں یہ معمول بن گیا ہے کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں شبینہ کے نام سے باجماعت نوافل کی ادائیگی کا اہتمام کیا جاتا ہے، جماعت میں کثیر تعداد میں افراد شریک ہوتے ہیں، کیا ایسا کرنا سنّت سے ثابت ہے اور کیا شرعاً یہ عمل جائز ہے؟ (سائل: محمد صادق، مہران ٹاؤن، کورنگی، کراچی)

باسمه تعالیٰ و تقدس الجواب: شبینہ، جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نفل نماز کو کہتے ہیں، جس میں قرآنِ مجید تھوڑا تھوڑا کر کے چند رکعتوں میں ختم کیا جاتا ہے اور نفل کی جماعت کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ اگر تداعی کے ساتھ ہو، تو مکروہ تنزیہی و خلافِ اَولیٰ ہے اور اصح قول کے مطابق تداعی یہ ہے کہ امام کے علاوہ چار یا اِس سے زائد مقتدی ہوں اور یہ حکم بھی نمازِ تراویح، کسُوف (سورج گہن کی نماز) و استِسقاء (بارش طلب کرنے کے لے پڑھی جانے والی نماز) کے علاوہ نفل نماز کے لئے ہے اور اگر بغیر تداعی کے ہو تو مضائقہ نہیں۔

چنانچہ علّامہ حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی

---

❶ وقار الفتاویٰ، نماز جنازہ کا بیان، ۲/ ۳۵۲

متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:وعن شمس الأئمة:أن التطوع بالجماعة إنمایکرہ إذاکان علیٰ سبیل التّداعی،أمالواقتدیٰ واحِد بواحِدأواثنان بواحِد:لایُکرہ،و إذا اقتدیٰ ثلاثة بواحِداختلف فیه،وإنْ اقتدیٰ أربعَة بواحِدکُرہ اتفاقاً.(1)

یعنی:علّامہ شمس الآئمہ سے روایت ہے کہ جماعت کے ساتھ نفل بر سبیلِ تداعی ہو،تومکروہ ہے۔ایک کی ایک نے یادونے اقتداء کی تومکروہ نہیں ہے اور تین نے اقتداء کی تواِس میں اختلاف ہے اور اگر چار نے اقتداء کی توبالاتفاق مکروہ ہے۔

اور علّامہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:واعلَم أنّ النفل بالجماعَة علی سبِیل التداعی مکروہ علیٰ ماتقدم ماعَداالتراویح وصلَاۃ الکسوف والاستِسقاء.(2)

یعنی:تراویح،نمازِ کسوف اور نمازِ استسقاء کے علاوہ نفل نماز کی جماعت تداعی کے ساتھ مکروہ ہے۔

اور امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضاخان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں کہ:تراویح وکُسوف و استسقاء کے سِوا جماعتِ نوافل میں ہمارے آئمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب معلوم ومشہور وعامّہ کتبِ مذہب میں مذکور و مسطور ہے کہ بلاتدَاعی مضائقہ نہیں اور تداعی کے ساتھ مکروہ۔تداعی ایک دوسرے کو بلاناجمع کرنااور اِسے کثرت

(1) الکافی شرح الوافی،کتاب الصلاۃ،فصل فی التراویح، تحت قوله:ولایوتربجماعةٍ خارج رمضان،۱/ ۵۱۲

(2) غنیة المتملی شرح منیة المصلی،کتاب الصلاۃ،تتمات من النوافل،ص ۳۷۱

جماعت لازم عادی ہے۔ بالجملہ دو مقتدیوں میں بالاجماع جائز اور پانچ میں بالاتفاق مکروہ اور تین اور چار میں اختلاف، نقل و مشائخ اور اصح یہ ہے کہ تین میں کراہت نہیں، چار میں ہے، تو مذہبِ مختار یہ نکلا کہ امام کے سوا چار زائد ہوں تو کراہت ہے ورنہ نہیں...... پھر اَظہر یہ ہے کہ کراہت صرف تنزیہی ہے یعنی خلافِ اَولی لمخالفۃ التوارث نہ تحریمی کہ گناہ و ممنوع ہو" (1)

یہ تو مطلقاً نفل نماز کی جماعت کے بارے میں حکم شرع ہے لیکن اِس سے صرفِ نظر کرتے ہوئے شبینہ کے جواز کے لئے ضروری ہے کہ پڑھنے والا فاسقِ معلن نہ ہو اور نہ ہی نابالغ بچہ ہو؛ کیونکہ بالغ افراد کو اُن کی اقتدا شرعاً جائز نہیں ہے ہاں اگر نابالغ ہی پیچھے ہوں، تو نابالغ بھی امامت کرواسکتا ہے نیز پڑھنے والا بھی اِس طرح پڑھے کہ تمام کلمات و حُروف مخارج سے واضح طور پر سُنائی دیں اور پیچھے پڑھنے والے بھی اول تا آخر جماعت میں شریک ہوں۔

جیسا کہ علامہ مصطفیٰ بن محمد کوزل حصاری رومی نقشبندی حنفی متوفی ۱۲۱۵ھ (2) لکھتے ہیں: لا یجوز أن یؤمّ الصبی للبالِغین. (3)

---

(1) فتاوی رضویہ، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ۷/ ۴۳۰-۴۳۱

(2) الشیخ الفاضل مصطفی بن محمّدکوزل جصاری المرادی، الرومی، النقشبندی، الملقّب بخلوصی، فقیہ أصولیّ، متکلم. من آثارہ: (۱) "حقیق الحقائق فی رسالة البرکوی فی العقائدوالأخلاق" و (۲) حاشیة علی الشرح الصغیر لإبراهیم الحلبي، وسمّاها "حلیة الناجی فی فروع الفقه الحنفی، و (۳) "منافع الدقائق فی شرح مجامع الحقائق" للخادمی، و (٤) "ذوق الوصال فی روایة الجمال" و (٥) "أشرف المطالب". توفی سنة ١٢١٥ھ.

(3) حلیة الناجی حاشیةشرح الحلبی، کتاب الصلاة، فصل فی بیان التراویح، تحت قوله: أنه لایجوز، ص ٤٠٢

یعنی: نابالغ کا، بالغوں کی امامت کرنا جائز نہیں ہے۔

اور مفتیِ اعظم پاکستان محمد وقار الدین قادری حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں: نفل کی جماعت سے صرفِ نظر بھی کیا جائے، جب بھی شبینہ جائز ہونے کے لئے ضروری ہے کہ پڑھنے والے حفّاظ اِس طرح پڑھیں کہ تمام کلمات و حُروف مخارج سے ادا ہو کر متمیز پر سُنے جائیں اور تمام لوگ تکبیر اُولیٰ سے آخر تک شریکِ جماعت ہوں۔ (1)

مروّجہ شبینہ کی خرابیاں:

فی زمانہ مشاہدہ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ مروّجہ شبینہ میں متعدّد خرابیاں ہیں۔ جن میں سے ایک تلاوتِ قرآن کو سننے کے لئے خاموش نہ ہونا اور باتوں میں مصروف رہنا ہے، یہ قرآن مجید کی بے ادبی اور ناجائز و گناہ ہے۔

جیسا کہ مفتی محمد وقار الدین لکھتے ہیں: پھر اِس طرح شبینہ جیسا سوال میں لکھا ہوا ہے کہ لوگ بیٹھے رہیں اور باتیں کرتے رہیں اور قرآن پڑھا جاتا رہے، سخت ناجائز ہے اور یہ سب باتیں کرنے والے گنہگار ہوں گے۔ (2)

اور یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ سامعین میں کوئی لیٹا ہوتا ہے، کوئی چائے نوشی میں مشغول اور پھر یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ بعض حُفّاظ جلد بازی میں حروف تو حُروف الفاظ تک کھا جاتے ہیں اور یَعْلَمُوْنَ اور تَعْلَمُوْنَ کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں

---

(1) وقار الفتاویٰ، کتاب الصلوٰۃ، نفل جماعت کا بیان، ۲/۲۲۶-۲۲۷

(2) وقار الفتاویٰ، کتاب الصلوٰۃ، نفل جماعت کا بیان، ۲/۲۲۶

آتا یادر ہے کہ اِس طرح ثواب تو دَرکنار، اُلٹا گناہ ملتا ہے۔

چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: عام طور پر جو اِس زمانہ میں شبینہ پڑھا جاتا ہے کہ ایک رات میں پورا قرآن مجید ختم کرتے ہیں اِس پڑھنے کی نوعیت ایسی ہوتی ہے کہ جلد بازی میں حُروف تو حروف الفاظ تک کھا جاتے ہیں قرآن مجید کو صحیح طور پر نہیں پڑھتے۔ ❶

اور مفتی محمد وقار الدین قادری لکھتے ہیں: قرآن کو اِس طرح پڑھنا، جس طرح شبینوں میں حفّاظ پڑھتے ہیں کہ صرف یَعْلَمُوْنَ، تَعْلَمُوْنَ سمجھ میں آتا ہے، اِس کے علاوہ کلمات ہی سمجھ میں نہیں آتے، مخارج کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے، یہ سخت حرام ہے اور ایسے قرآن پڑھنے والے کے متعلق حدیث شریف میں فرمایا کہ ”قرآن خود ایسے پڑھنے والے پر لعنت کرتا ہے“ ❷

اِنہی وُجوہات کی بنا پر عُلماءِ کرام نے شبینہ ناجائز ہونے کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی لکھتے ہیں: کچھ ایسی حالت ہوتی ہے جس کی وجہ سے عُلماء نے اِس کے عدمِ جواز کا حکم دیا ہے۔ ❸

اور پھر دیکھا گیا ہے کہ اہتمام کرنے والے لاؤڈ اسپیکر لگا دیتے ہیں، جس سے تلاوت کی آواز پورے محلّہ اور علاقے میں پہنچتی ہے اور بعض لوگ سو رہے

---

❶ فتاویٰ امجدیہ، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ۱/ ۲۴۰

❷ وقار الفتاویٰ، کتاب الصلوۃ، نفل جماعت کا بیان، ۲/ ۲۲۷

❸ فتاویٰ امجدیہ، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ۱/ ۲۴۰

ہوتے ہیں اور بعض اپنے کام کاج میں مصروف ہوتے ہیں، جس سے اہتمام کرنے والے قرآن کی حُرمت کو ضائع کرنے والے ہو کر گنہگار ہوتے ہیں۔

اور شبینہ میں ایک رات میں مکمل قرآن مجید کا ختم ہوتا ہے، یہ حکم خوّاص (قرآنِ مجید کے مفاہیم و معانی کو سمجھنے والے عُلماء) کے لئے تھا، عوامُ النّاس کے لیے حکم یہ ہے کہ کم از کم تین رات میں قرآن ختم کریں۔

چنانچہ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ [1]، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ [2]، امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ [3]، امام ابو عبد اللہ بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ [4]، امام ابو محمد ابو عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ [5]، اپنی اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فِيْ أَقَلَّ مِنْ ثَلٰثٍ.

یعنی: جس نے تین دن سے پہلے قرآن ختم کیا اُس نے اُسے نہ سمجھا۔

مذکورہ حدیث کے تحت علّامہ ابو الحسن کبیر محمد بن عبد الہادی سندھی حنفی

---

[1] مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمرو بن عاص رضی الله عنهما، ٢/ ٦٠١، برقم الحديث: ٦٥٣٥

[2] سُنَن الترمذی، کتاب القراءات، باب ما جاء أن القرآن... إلخ، ٤/ ٤٣، برقم الحديث: ٢٩٤٩

[3] سُنَن أبي داؤد، کتاب الصلاة، باب في كم يقرأ القرآن، ٢/ ٧٧، برقم الحديث: ١٣٩٠

[4] سُنَن ابن ماجة، کتاب إقامة الصّلوة والسنّة، باب فی کم یستحب یختم القرآن؟، ٢/ ١٥٢، برقم الحديث: ١٣٤٧

[5] سُنَن الدّارمی، کتاب الصلاة، باب فی کم یختم القرآن؟، ١/ ٢٦٤، برقم الحديث: ١٤٩٣

متوفی ۱۱۳۸ھ لکھتے ہیں: (لم یفقه) إخبار بأنه لا يحصل الفَهم والفقه المقصُود من قراءة القرآن فيما دُون ثلاث. ❶

یعنی: (اس نے قرآن نہ سمجھا)، یہ اِس بات کی خبر ہے کہ تین دن سے کم میں ختم قرآن سے وہ سمجھ اور فقہ حاصل نہیں ہوتی جو قراءتِ قرآن سے مقصود ہے۔

اِسی کو فُقہائے کرام نے بھی بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی لکھتے ہیں: اِس زمانہ کی حالت کو دیکھتے ہوئے بمقتضائے حدیث کم از کم تین راتوں میں ختم کرنا مناسب ہے۔ ❷

اور صدر الشریعہ لکھتے ہیں: ایک رات میں پورا قرآن پڑھنا خوّاص کے لئے تھا، عوام کے لئے یہ حکم ہے کہ کم از کم تین رات میں ختم کرنا چاہئے۔ ❸

اور جہاں تک جَواز (جائز ہونے) کا تعلّق ہے تو اِس کا جواب یہ ہے کہ پڑھنے والے حفّاظ اگر اِس طرح پڑھیں کہ تمام کلمات اور حُروف مخارج سے ادا ہو کر متمیّز طور پر سُنے جائیں اور تمام لوگ تکبیرِ اوّل سے آخر تک شریکِ جماعت ہوں (اور اوپر بیان کی گئی خرابیاں نہ ہوں) تو جائز ہے، اِس سے منع نہیں کیا جائے گا کہ فی زمانہ عوام پہلے ہی نیکیوں سے دور ہے ہاں جہاں خرابی ہو وہاں اصلاح کی جائے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

---

❶ حاشية السندى على هامش سُنَن ابنِ ماجه، كتاب إقامة الصلوة والسنة، باب فى كَم يستحب يختم القرآن؟، ۲/ ۱۵۱، برقم الحديث: ۱۳۴۷

❷ فتاویٰ امجدیہ، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ۱/ ۲۴۱

❸ فتاویٰ امجدیہ، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ۱/ ۲۴۰

یوم الأحد، ۲۵/ رمضان المبارک، ۱۴۲۳ھ- یکم دسمبر، ۲۰۰۲م JIA-369

اقامت میں ماضی کا صیغہ استعمال کرنے کی وجہ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ اقامت میں ''قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ'' استعمال ہوتا ہے، ہم نے سیکھا ہے کہ ''قَدْ قَامَتْ'' فعلِ ماضی ہے اور ماضی کا معنی دیتا ہے، جس کا معنی یہ ہوگا کہ نماز قائم ہوگئی ہے، حالانکہ یہ کلمہ اُس وقت بولا جاتا ہے جب نماز کھڑی ہونے والی ہوتی ہے، برائے مہربانی مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔ (سائل: انس رضا، سولجر بازار، کراچی)

باسمه تعالیٰ و تقدس الجواب: جس چیز کا وُقوع یقینی ہو اور اُس کی علامات ظاہر ہو جائیں، تو اُس کے لئے ماضی کا صیغہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

جیسا کہ استاذ العلماء شیخ الحدیث مُفتی محمد احمد نعیمی سندھی حنفی لکھتے ہیں: ایک چیز کا وُقوع یقینی ہو، اُس کے لئے بھی صیغہ ماضی کو لایا جاتا ہے جیسا کہ ''اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ'' میں صیغہ ماضی کو لایا گیا۔ یہاں پر بھی ''إقامَة الصّلوٰة'' کا وُقوع یقینی اَمر ہے، لہذا ماضی کا صیغہ لایا گیا۔ (1)

قُرآنِ کریم میں فرمایا گیا: اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ. (2)

ترجمہ: پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند۔ (کنز الایمان)

اِس آیت میں قیامت کے لئے ماضی کا صیغہ استعمال ہوا کیونکہ قیامت کا

---

(1) مجموعہ فتاویٰ مفتی محمد احمد نعیمی، قلمی

(2) القمر: ۱/۵۴

وُقوع یقینی ہے اور اُس کی علامت میں ایک علامت اُس وقت ظاہر ہوئی تھی، وہ ہے چاند کا ٹکڑے ہونا، اِس لئے قرآنِ کریم میں ماضی کا صیغہ "اِقْتَرَبَتِ" (یعنی قریب آئی) لایا گیا۔

چنانچہ مذکورہ آیت کے بارے میں مفسرِ قرآن ابوالحجاج مجاہد بن جبر مخزومی متوفی ۱۰۴ھ، حضرت محمد بن جبیر بن مطعم سے اور وہ اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: انْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ بِمَكَّةَ. ❶

یعنی، فرماتے ہیں کہ چاند ٹوٹ گیا اور ہم مکّہ میں تھے۔

اور ابو محمد سہل بن عبداللہ تُستری متوفی ۲۸۳ھ، چاند کے دو ٹکڑے ہونے کے بارے میں مذکورہ آیت کے تحت لکھتے ہیں: علیٰ عَهْدِ رَسُوْلِ اللہ صلّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْقَتَيْنِ حتیٰ ذَهَبَتْ فَلْقَةٌ وَرَاءَ جَبَلِ حرَاء وَهِيَ أَوّل علَامة منْ علَامات السّاعة. ❷

یعنی، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دور میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑا حِرا پہاڑ کے پیچھے چلا گیا اور یہ قیامت کی علامتوں میں سے پہلی علامت ہے۔

اِسی طرح قرآنِ کریم میں ہے: اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ۔ ❸

---

❶ تفسیرِ مجاهد، سورة القمر، تحت الآية: ١، ١/ ٦٦٣
❷ تفسير التُستری، سُورة القمر، تحت الآية: ١، ١/ ١٥٨
❸ الأنبياء: ٢١/ ١

ترجمہ: لوگوں کا حساب نزدیک اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہیں۔ (کنزالایمان)

اِس آیت کی تفسیر میں صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: یعنی حسابِ اعمال کا وقت روزِ قیامت قریب آگیا اور لوگ ابھی تک غفلت میں ہیں، یہ آیت منکرینِ بعث کے حق میں نازل ہوئی جو مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کو نہیں مانتے تھے۔ ❶

یہاں بھی ماضی کا صیغہ ''اِقْتَرَبَ'' لایا گیا کیونکہ قیامت کا وُقوع یقینی ہے۔

اِسی طرح قرآنِ کریم میں ہے: اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ۔ ❷

ترجمہ: اب آتا ہے اللہ کا حکم تو اُس کی جلدی نہ کرو۔ (کنزالایمان)

اِس آیت کی تفسیر میں صدر الافاضل لکھتے ہیں: جب کُفّار نے عذابِ موعود کے نُزول اور قیامت کے قائم ہونے کی بطریقِ تکذیب واستہزاء جلدی کی اُس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ جس کی تم جلدی کرتے ہو وہ کچھ دور نہیں بہت قریب ہے اور اپنے وقت پر بالیقین واقع ہو گا۔ ❸

یہاں ''امرُ اللہ'' سے مُراد قیامت ہے اور اِس کے لئے ماضی کا صیغہ استعمال ہوا؛ کیونکہ قیامت کا وُقوع یقینی ہے۔

---

❶ خزائن العرفان، ص۵۷۹
❷ النّحل: ۱۶/ ۱
❸ خزائن العرفان، ص۴۸۰

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۳۲۲۷/ ذو القعدۃ، ۱۴۲۱ھ - ۲۲/ فروری، ۲۰۰۱م JIA-37,9

مستحق رشتہ دار کو زکوٰۃ دینے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ جن بھائیوں کو یہ علم ہو کہ اُنکی بہن کا علاج انکا بہنوئی اسپتال میں زکوٰۃ یا (Donerew) اکاؤنٹ میں کراتا ہے۔ تو کیا صاحبِ حیثیت بھائی جو زکوٰۃ نکالتے ہیں اُن کی زکوٰۃ پر پہلا (First) حق انکی اپنی سگی بہن کا ہے، یا غیر کا؟ اگر غیر کو دیتے ہیں، سگی بہن کو نہیں دیتے تو اِس کی حیثیت کیا ہے؟

(سائل: محمد حنیف ولد محمد یوسف، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اگر کسی کی سگی بہن زکوٰۃ کی حقدار ہے اور وہ زکوٰۃ اپنی بہن کو نہیں دیتا دوسروں کو دیتا ہے تو بھی اُس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی لیکن اُسے چاہیے کہ قریبی رشتہ داروں میں جو مستحقِ زکوٰۃ ہوں اور اُن کو شرعاً زکوٰۃ دے بھی سکتا ہو تو اپنی زکوٰۃ اُن ہی کو دے کہ ایسے شخص کے لئے دوہرا (ڈبل) اَجر ہے، ایک زکوٰۃ ادا کرنے کا دوسرا صِلہ رحمی کا ثواب اور صِلہ رحمی کے لئے قرآن مجید میں ارشاد ہے: وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا۔ (1)

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو بے

(1) النسآء: ٤/ ١

شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (کنز الایمان)

اِس آیت کے تحت صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ ❶ لکھتے ہیں: (رشتوں کا لحاظ رکھو) انہیں قطع نہ کرو، حدیث شریف ❷ میں ہے :جو رزق کی کشائش چاہے اُس کو چاہئے کہ صِلہ رحمی کرے اور رشتہ داروں کے حقوق کی رعایت رکھے۔

لہٰذا اِس میں شک نہیں کہ زکوٰۃ میں پہلا حق قریبی رشتہ داروں کا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ شرعاً مستحق زکوٰۃ ہوں یعنی نصاب کے مالک نہ ہوں پھر بھی اپنی زکوٰۃ قریبی رشتہ داروں کے علاوہ دوسروں کو دیتا ہے، تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی مگر دوہرے اَجر کا حقدار نہیں ہو گا۔

چنانچہ علّامہ ابو بکر بن علی حدّادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ ❸ اور اُن کے حوالے سے علّامہ ابو الاخلاص حسن بن عمّار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ ❹ اور علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت ❺ نے لکھا ہے: والأفضلُ في الزّكاة والفِطر والنّذور الصّرفُ أوّلًا إلى الإخوة

---

❶ خزائن العرفان، سورۃ النساء، تحت الآیۃ:۱، ص۱۳۹

❷ صحیح البخاري، کتاب الأدب، باب من بسط له في الرزق، برقم الحدیث:۵۹۸۵، ۴/ ۸۴

❸ السراج الوهّاج، کتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقة... إلخ، ۱/ ۴۶۴، مخطوط مصوّر

❹ الجوهرة النيّرة، کتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز، ۱/ ۳۲۰
حاشية على دُرر الحكام وغرر الأحكام، کتاب الزكاة، باب مصارف الزكاة، ۱/ ۱۹۲

❺ الفتاوى الهندية، کتاب الزّكاة، الباب السابع في المصارف، ۱/ ۱۹۰

والأخواتِ ثمّ إلىٰ أولادهم ثمّ إلى الأعمام والعمّات ثمّ إلى أولادهِم ثمّ إلى الأخوال والخالات ثمّ إلىٰ أولادهم ثمّ إلى ذوِي الأرحام ثمّ إلى الجِيران ثمّ إلى أهل حِرفته ثمّ إلى أهل مصره أو قريته.

یعنی، زکوٰۃ وغیرہ صدقات میں افضل یہ ہے کہ اوّلاً اپنے بھائی بہنوں کو دے پھر اُن کی اولاد کو پھر چچاؤں پھوپھیوں کو پھر اُن کی اولاد کو پھر اپنے ماموؤں اور خالاؤں کو پھر اُن کی اولاد کو پھر دوسرے رشتہ داروں کو پھر پڑوسیوں کو پھر اپنے پیشہ والوں کو پھر اپنے شہر اور گاؤں والوں کو دے۔

اور امام اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: بیشک زکوٰۃ اور سب صدقات اپنے عزیزوں قریبوں کو دینا افضل اور دوچند اجر کا باعث ہے مگر یہ اُسی صُورت میں ہے کہ وُہ صدقہ اُس کے قریبوں کو جائز ہو۔ [1]

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۳/ شعبان المعظم، ۱٤۲٥ھ-۱۹/ سیتمبر، ۲۰۰٥م JIA-661

حقیقی بھائی کی دودھ شریک بہن سے نکاح کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ اسماعیل کی سگی بہن کے بیٹے نیاز احمد نے اسماعیل کی بیوی کا دودھ اُس کی بیٹی ہندہ کے ساتھ پیا تو کیا نیاز احمد کا بھائی جس نے اسماعیل کی بیوی کا دودھ نہیں پیا ہے، ہندہ کی سگی بہن سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ (سائل: محمد اسماعیل، جیئند، تعلقہ شاہبندر، ٹھٹہ)

[1] فتاویٰ رضویہ، کتاب الزکوٰۃ، ۱۰/ ۲۸۷-۲۸۸

باسمه تعالیٰ و تقدّس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں نیاز احمد کا بھائی ہندہ یااس کی کسی بہن سے شادی کر سکتا ہے۔ تفصیل اِس مسئلہ کی یہ ہے کہ ہندہ کے تمام بھائی بہن چاہے اُس سے چھوٹے ہوں یا بڑے سب کے سب فقط نیاز احمد کے بھائی بہن ہیں اِسی وجہ سے نیاز احمد کا نکاح اُن میں سے کسی کے ساتھ بھی نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: لأنّ مَن رضعَ مِن إمرأة يحرمُ عليه أولادُها. (1)

یعنی، کیونکہ جس نے کسی عورت کا دودھ پیا اُس پر اُس عورت کی تمام اولاد حرام ہے۔

البتہ نیاز احمد کے بھائیوں اور بہنوں کا اُس عورت سے تحریم کا کوئی رشتہ نہیں ہے اِس لئے اُن کی آپس میں شادیاں شرعاً جائز ہیں لہٰذا نیاز احمد کے بھائی کا نکاح ہندہ یا ہندہ کی کسی بہن ساتھ شرعاً جائز ہے۔

چنانچہ علّامہ حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ اور علّامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: وتحلّ أخت أخيه رضاعًا أن يكون له أخٌ مِن النّسب ولهذا الأخ أختٌ رضاعِيّةٌ. (2) ملخّصاً

یعنی، اور اُسے اپنے بھائی کی دودھ شریک بہن حلال ہے اِس طرح کہ اُس کا نسبی بھائی ہو اور اُس نسبی بھائی کی دودھ شریک بہن ہو۔

---

(1) تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ، کتاب النکاح، باب الرضاع، ۱/ ۳۳

(2) کنز الدقائق مع شرحہ البحر الرائق، کتاب الرضاع، ۳/ ۳۹۶

اِس پر مزید فقہی جزئیات ہمارے دیگر فتاویٰ (مثلاً JIA:106) میں موجود ہیں، تفصیل کے لئے اُن کا مطالعہ کریں۔

والله تعالىٰ أعلم بالصّواب

یوم الثلاثاء، ۱۲/ صفر المظفر، ۱۴۲۴ھ ۱۵ / ابریل، ۲۰۰۳م JIA-433

خط کے ذریعے بیوی کو طلاق دینے کا حکم

الاستفتاء: کیافرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص میر حسن خاں نے اپنی بیوی کو ایک تحریر بھیجی جو کہ مندرجہ ذیل ہے:

"میں میر حسن خاں ولد حسن میر خاں سکنہ 185/1، لیاقت آباد، کراچی اپنی بیوی عزیزہ بیگم کو طلاق دیتاہوں کیونکہ یہ میری بات نہیں مانتی اور نہ کسی بات پر عمل کرتی ہے کیونکہ یہ اپنے رشتہ داروں کی بات مانتی ہے، مجھ کو کچھ بھی نہیں سمجھتی، لہٰذا میں بہت مجبور ہو کر اپنی بیوی کو طلاق دیتاہوں۔

میں اپنی عزیزہ کو طلاق دیتاہوں۔

میں اپنی بیوی عزیزہ کو طلاق دیتاہوں۔

میں اپنی بیوی عزیزہ کو طلاق دیتاہوں۔

اسٹامپ دو دن کے بعد لکھ کر دوں گا"

اِس تحریر کی روشنی میں طلاق واقع ہو گئی یا نہیں اور اگر واقع ہوئی تو کون سی طلاق؟ قرآن وسنّت کی روشنی میں جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(سائل: محمد حارث، لیاقت آباد، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدّس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں شوہر نے اپنی

بیوی کو طلاق کے صریح لفظ کے ساتھ تین سے زائد بار حال کے صیغے سے طلاق لکھی ہے، اگر واقعی یہ تحریر شوہر کی ہے، تو اُس کی زوجہ مسمّات عزیزہ حُرمتِ مُغلّظہ کے ساتھ اس پر حرام ہو گئی ہے۔

چنانچہ علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں: لَو قَال بِالعربیّۃ أطلّق لا یکون طلاقًا إلّا إذا غلبَ استعمالُه فی الحال فیکون طلاقًا-❶

یعنی، اگر عربی میں (أطلّق) کہا تو طلاق نہ ہو گی مگر جبکہ اُس کا استعمال حال میں غالب ہو تو طلاق واقع ہو گی۔

اوراب حلالہ شرعیّہ کے بغیر دوبارہ حلال نہ ہو گی۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهٗ.❷

ترجمہ، پھر اگر تیسری طلاق اُسے دی تو اب وہ عورت اُسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (کنز الایمان)

نوٹ: تفصیل کے لئے ہمارے دیگر فتاویٰ (F:679,JIA664) کا مطالعہ فرمائیں۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

---

❶ خلاصة الفتاویٰ، کتاب الطلاق، الجنس الرابع فی ألفاظ الطلاق، ۸۱/۲/۱

❷ البقرة: ۲۳۰/۲

JIA-881 یوم الجمعة، ۱۱/ شعبان المعظم، ۱٤۲۸ھ-۲٤/ أغسطس، ۲۰۰۷م

ایک ساتھ تین طلاقیں دینے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ ایک عورت اپنے شوہر سے علیحدگی بصُورتِ طلاق چاہتی ہے اور اُس کا شوہر بھی اُسے طلاق دینے پر رضامند ہے، شوہر کا مؤقف یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ایک ماہ کے وقفہ سے دے مگر عورت چاہتی ہے کہ تینوں طلاقیں ایک ساتھ ہوں، آپ سے گزارش ہے کہ برائے مہربانی مسئلہ کی وضاحت فرمائیں کہ مرد کا یہ عمل جائز ہے یا نہیں اور اگر وہ تین طلاقیں ایک ساتھ دے تو واقع ہو جائیں گی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (سائل: محمد خُرّم قادری اختری بن عبد القادر، کراچی)

باسمه تعالیٰ و تقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں مرد کا عمل جائز ہے اور عورت کی چاہت و مشورہ معصیّت کا مشورہ ہے؛ کیونکہ طلاق کی تین قسمیں ہیں: اَحسَن، حَسَن اور بدعی۔

چنانچہ امام ابو الحسن برہان الدین علی بن ابو بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: الطّلاق علی ثلاثةِ أوجُهٍ: حسنٌ و أحسنُ و بِدعیٌ. (1)

یعنی، طلاق کی تین اقسام ہیں: حَسَن، احسَن اور بدعی۔

طلاق اَحسَن:

(1) الهدایة شرح بدایة المبتدی، کتاب الطّلاق، باب طلاق السنة، ۱/ ۲٦۱

جن ایام میں عورت ماہواری سے پاک ہو اور اُن ایام میں بیوی سے مقاربت بھی نہ ہو اور اُن میں صرف ایک طلاقِ رجعی دے اور چھوڑے رہے یہاں تک کہ عدّت گذر جائے۔

چنانچہ امام مسلم بن حجّاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند سے حضرتِ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اُنہوں نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا فَإِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْهَا قَبْلَ أَنْ يُجَامِعَهَا. (1)

یعنی: تم اُسے (اپنے بیٹے عبد اللہ) کو حکم دو کہ وہ اُس سے رُجوع کرے پھر جب عورت ماہواری سے پاک ہو تو مقاربت سے قبل طلاق دے۔

اور علّامہ مرغینانی لکھتے ہیں: فالأحسنُ أن يطلّقَ الرجلُ امرأتَه تطليقةً واحدةً في طهرٍ لم يُجامِعها فيه و يتركَها حتّى تنقضيَ عدّتُها لأنّ الصحابةَ كانوا يستحبّون أن لا يزيدُوا في الطلاقِ على واحدةٍ حتى تنقضيَ العدّةُ فإن هذا أفضلُ عندهم مِن أن يُطلّقها الرّجلُ ثلاثاً عند كلّ طهرٍ واحدةٍ لأنّه أبعدُ من النّدامة و أقلّ ضرراً بالمرأةِ. (2)

یعنی، احسن، طلاق یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو اُس طہر میں جس میں ہمبستری نہ کی ہو صِرف ایک طلاق دے اور چھوڑے رہے یہاں تک کہ عدّت گزر جائے

---

(1) صحيح مسلم، كتاب الطلاق، باب تحريم الطلاق الحائض...إلخ،برقم:۱۴۷۱، ۲/ ۱۰۹۴

(2) الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، ۱/ ۲۶۱

کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اِسی کو پسند فرماتے تھے کہ ایک سے زیادہ طلاق نہ دیں حتی کہ عدّت گزر جائے اور یہ اُن کے نزدیک اِس سے افضل ہے کہ مرد تین طلاقیں اِس طرح دے کہ ہر طہر میں ایک طلاق کیونکہ یہ ندامت سے بہت بعید اور اِس میں عورت کو ضرر بہت کم ہے۔

اور صدرالشریعہ عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ محمود بن صدرالشریعہ اکبر محبوبی حنفی متوفی ۷۴۷ھ لکھتے ہیں: وأحسنه طلقة فقط فِي طُهرٍ لا وطءَ فِيه. ❶

یعنی، طلاقِ اَحسَن، وہ ایک طلاق دینا ہے ایسے طُہر میں جس میں وطی (ہمبستری) نہ ہو۔

اور صحابہ کرام بھی اِس بات کو پسند کرتے تھے کہ ایک سے زیادہ طلاقیں نہ دی جائیں؛ کیونکہ طلاق شرعاً ناپسندیدہ عمل ہے لیکن بعض اوقات حالات ناگزیر ہو جاتے ہیں اِس لئے نکاح سے نکلنے کے لئے اِسے مباح رکھا گیا ہے اور یہ مقصود فقط ایک سے بھی حاصل ہو سکتا ہے لہذا ایک ہی دی جائے اور ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ایک طلاق کے بعد عدّت گزرنے پر عورت آزاد ہو جاتی ہے، وہ جس سے چاہے نکاح کرے لیکن اب اگر دونوں کو احساسِ ندامت ہو کہ غلطی ہو گئی ہے، تو بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی صُورت باقی رہتی ہے۔

چنانچہ علّامہ شمس الدین ابو بکر محمد بن ابی سہل سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ

---

❶ متن النقاية مختصر الوِقاية، كتاب الطّلاق، ص۹۹

لکھتے ہیں: إنّ أصحابَ رسولِ الله صلى الله عليه وَسلّم ورَضي الله عنهم كانوا يستحسِنون أن لا يزيدوا في الطّلاق على واحدةٍ حتّى تنقضيَ العِدّة و أنّ هذَا أفضلُ عندَهم مِن أن يُطلّق الرّجلُ ثلاثًا عند كُلّ طهرٍ واحدةً ولأنّه مُبغضٌ شرعًا لكنّه مُباحٌ لمقصود التّفصّي عن عهدةِ النّكاح وذلك يحصُل بالواحدة ولا يَرتفع بها الحلُّ الّذي هُو نِعمةٌ فالاقتصارُ عليهَا أحسنُ. [1]

یعنی، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم اِس بات کو اچھا جانتے تھے کہ ایک سے زیادہ طلاقیں نہ دیں یہاں تک کہ عدّت ختم ہو جائے اور بے شک یہ اُن کے نزدیک اِس سے افضل ہے کہ مرد تین طلاقیں اِس طرح دے کہ ہر طُہر میں ایک طلاق دے؛ کیونکہ طلاق دینا شرعاً ناپسندیدہ ہے لیکن عہدۂ نکاح سے بری ہونے کے مقصد کے لئے مباح ہے اور وہ مقصد ایک سے حاصل ہو جاتا ہے اور اِس سے وہ حلال ہونا جو ایک نعمت ہے مرتفع نہیں ہوتا پس ایک پر اقتصار کرنا "اَحسن" ہے۔

طلاق حَسَن:

جن ایام میں عورت ماہواری سے پاک ہو اور مقاربت بھی نہ کی ہو، اُن ایام میں ایک طلاق دی جائے اور جب ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کئے دوسری

---

[1] المبسوط، كتاب الطلاق، ٣/ ٦/ ٤

طلاق دے اور جب دوسری ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کئے تیسری طلاق دے اِس طرح تیسری ماہواری ختم ہونے کے ساتھ عدّت بھی ختم ہو جائے گی۔

چنانچہ علّامہ مرغینانی لکھتے ہیں: والحسنُ هو طلاقُ السُّنّة، وهو أن يُطلِّقَ المدخولَ بها ثلاثًا في ثلاثةِ أطهارٍ. ❶

یعنی، طلاق حَسَن، سنّت ہے اور وہ یہ کہ مدخول بہا عورت کو مرد، تین طُہروں میں تین طلاقیں دے۔

اور یہ طلاق سُنّت سے ثابت ہے اور یہی وہ طلاق ہے جس کی عدّت کے لئے قرآن کریم میں اللہ عزّوجلّ نے طلاق دینے کا حکم بیان فرمایا۔

چنانچہ علّامہ سرخسی لکھتے ہیں: وَالدّليل على صِحّة ما قُلنا قولُ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم لابن عُمر رضي الله عنه: إنَّمَا السُّنَّةُ أَنْ تَسْتَقْبِلَ الطُّهْرَ اسْتِقْبَالًا فَتُطَلِّقَهَا لِكُلِّ طُهْرٍ تَطْلِيقَةً فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللهُ تَعَالَى أَنْ تَطلق لَهَا النِّسَاء. يريد به الإشارة إلى قوله تعالى {فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ} [الطلاق: 1] ولمّا قابلَ اللهُ تعالى الطّلاقَ بالعِدّة والطّلاقُ ذو عددٍ والعدّةُ ذاتُ عددٍ تنقسمُ آحادُ أحدِهما على الآخَر كقولِ القائلِ أعطِ هؤلاءِ الرّجالَ الثّلاثةَ ثلاثةَ دراهمَ. ❷

---

❶ الهداية شرح بداية المبتدي، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، ١/ ٢٦١

❷ المبسوط للسرخسي، كتاب الطلاق، ٣/ ٦/ ٤

یعنی، ہم نے جو کہا اُس کی صحت پر دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا: سنت یہ ہے کہ تو طُہر کو ملحوظ رکھ پھر ہر طُہر میں ایک طلاق دے اور یہی وہ عدّت ہے جس کے لئے اللہ عزّوجلّ نے فرمایا کہ اِس کے لئے طلاق دو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے ارشاد سے اللہ عزّوجلّ کے اِس قول کی طرف اشارہ کا ارادہ فرمایا: (ترجمہ: تو اُن کی عدّت کے وقت پر اُنہیں طلاق دو۔ (کنزالایمان)) جب اللہ تعالی نے طلاق کے مقابلے میں عدت کا ذکر فرمایا اور طلاق ذو عدد ہے اور عدّت ذات عدد ہے تو اِن آحاد میں سے ایک دوسرے پر تقسیم ہوں گے جیسے کوئی کہے کہ تین مردوں کو تین درہم دے دو۔

۳۔ طلاق بدعی:

اِس کی مختلف صُورتیں ہیں: مثلاً ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دفعۃً دے دی جائیں خواہ ایک کلمہ کے ساتھ ہوں یا متعدّد کلمات کے ساتھ جیسے مرد کہے "میں نے تجھے تین طلاقیں دیں" یا "تجھے طلاق دی، تجھے طلاق دی، تجھے طلاق دی" یا ایک ہی طہر میں مختلف مجالس یا مختلف اوقات میں تین طلاقیں دے۔

چنانچہ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب متوفی ۳۰۳ھ اپنی سند سے حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: أُخْبِرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ جَمِيعًا، فَقَامَ

غَضْبَانًا ثُمَّ قَالَ: أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللهِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟ [1]

یعنی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایسے مرد کے بارے میں خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیں، تو آپ غصّہ میں کھڑے ہوئے پھر فرمایا: کیا وہ اللہ کی کتاب سے کھیلتا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔

اِسی بنا پر فُقہائے اُمّت نے طلاق بدعت کو مکروہ وگُناہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ علّامہ مرغینانی لکھتے ہیں: طَلاقُ البدعةِ أن يطلقَها ثلاثاً بكلمةٍ واحدةٍ او ثلاثاً فی طهرٍ واحدٍ فإذا فعلَ ذلك وقعَ الطلاقُ كان عاصياً. [2]

یعنی، طلاق بدعت یہ ہے کہ مرد ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دے دے یا ایک طُہر میں تین طلاقیں دے، اگر ایسا کرے گا، تو تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور ایسا کرنے والا گنہگار ہو گا۔

اور اللہ عزّوجلّ کی کتاب سے کھیلنا یہ ہے کہ اُس پر عمل ترک دیا جائے اور اِسی طرح تین طلاقیں دینا قرآن کے بھی مخالف ہے۔

چنانچہ علّامہ سرخسی لکھتے ہیں: واللَّعِبُ بكتابِ الله تَرْكُ العمل به

---

[1] سُنن النّسائی، کتاب الطّلاق، باب الطلاق لغیر العدّة، الثلاث المجموعة ومافيه من التغليظ، برقم: ٣٤٠١، ٦/ ١٤٢

[2] الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، ١/ ٢٦١

فدلّ أنّ مَوقِع الثّلاثِ جُملةً مخالفة للعَمل بما فِي الكتاب وأنّ المَراد مِنْ قوله: {فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ}، تفريقُ الطَّلقات علىٰ عددِ أقراءِ العِدّة. (1)

یعنی، "کتاب اللہ کے ساتھ کھیل" سے مُراد اُس پر عمل کو ترک کرنا ہے، لہٰذا یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ تین طلاق ایک ساتھ دینا، کتاب اللہ کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ کے اِس قول "تو اُن کی عدّت کے وقت پر اُنہیں طلاق دو" سے مراد تین طلاقوں کو تین ماہواریوں پر جُدا، جُدا دینا ہے۔

لہٰذا مرد کو چاہئے کہ اگر طلاق دینا، ناگزیر ہو تو طلاق اَحسن یا پھر طلاق حَسَن دے اور طلاقِ بدعت نہ دے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۲۲/ صفر المظفر، ۱۴۲۱ھ - ۱۷/ مئی، ۲۰۰۱م JIA-66

لفظِ طلاق کی تین مرتبہ تکرار کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ میں نے اپنی بیوی سے گھریلو جھگڑے میں حالتِ غصہ میں کہہ دیا کہ "میں نے تجھے طلاق، طلاق، طلاق دی" تو اِن کلمات سے طلاق واقع ہو گئی یا نہیں، ہو گئی تو کتنی واقع ہوئیں؟ (سائل: محمد عادل، اتحاد ٹاؤن، کراچی)

---

(1) کتاب المبسوط، کتاب الطلاق، ۳/ ۶/ ۵

باِسمہٖ تعالیٰ و تقدّس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں تین طلاقیں واقع ہو گئی ہیں۔

چنانچہ علّامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نُجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: التّأسِیس خیرٌ من التّأکید.فإذا دارَ اللّفظ بینَہما تعیّن الحملُ علی التّأسِیس ولِذا قَال أصحابُنا:لوقال لزَوجتہ:أنتِ طالقٌ طالقٌ طالقٌ طلقت ثلاثًا. (1)

یعنی: تاسیس (نیا معنی لینا) تاکید سے بہتر ہے، لہٰذا جب کوئی لفظ تاسیس اور تاکید دونوں میں دائر ہو، تو تاسیس پر حمل متعیّن ہو جائے گا، اِسی لئے ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا: تو طلاق والی، طلاق والی، طلاق والی ہے، تو تین طلاقیں ہو جائیں گی۔

اور یہ طلاق کا حکم اُس صُورت میں ہے جب بیوی مدخولہ ہو۔

چنانچہ علّامہ سیّد احمد بن محمد حموی حنفی متوفی ۱۰۹۸ھ لکھتے ہیں: قَال لِزوجتہِ المدخول بھَا. (2)

یعنی: شوہر نے اپنی مدخولہ بیوی سے کہا (تو تین طلاق واقع ہو گی)۔

(1) الأشباہ والنظائر،الفن الأوّل:القواعد الکلیۃ،القاعدۃ التاسعۃ:إعمال الکلام أولی من إہمالہ،ص۱٤۹

(2) غمزعُیون البصائرشرح الأشباہ والنظائر،الفن الأوّل:القواعد الکُلیۃ،القاعدۃ التاسعۃ:إعمال الکلام أولیٰ من إہمالہ،تحت قولہ:لو قال لزوجتہ...إلخ،۱/ ٤۲۹

اور علامہ صالح بن محمد بن عبد اللہ بن احمد تُمر تاشی حنفی متوفی ۱۰۵۵ھ لکھتے ہیں: أقُول يعنى لَو كرّر لفظَ الطّلاق ولم ينوِ الاستينافَ ولا التّاكيدَ؛فإنّه يجعلُ تأسيساً وهٰذا مبنىّ على قاعدةِ التّأسيسِ خيرٌ من التّاكيدِ. ❶

یعنی: میں کہتا ہوں اگر کوئی لفظِ طلاق کی تکرار کرے اور نئی طلاق کی نیّت نہ کرے، نہ ہی تاکید کی نیت کرے، تو اُسے تاسیس بنایا جائے گا اور یہ اُس قاعدے پر مبنی ہے کہ تاسیس، تاکید سے بہتر ہے۔

اور علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ فرماتے ہیں: وذَهَب جُمهور الصّحابة وَ التابِعينَ ومَن بعدهم من أئِمة المُسلمين إلىٰ أنّه يقع ثلاثٌ. ❷

یعنی، جُمہور صحابہ و تابعین اور اُن کے بعد آئمہ مسلمین اِسی طرف گئے ہیں کہ تین ہی واقع ہوں گی۔

اور اَب مذکورہ عورت بے حلالہ آپ کے نکاح میں نہیں آسکتی ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ۔ ❸

---

❶ زواهر الجواهر النضائر على الأشباه والنظائر، ق ٤٠/ الف، مخطوط مصوّر
❷ ردّ المحتار على الدّر المختار، كتاب الطلاق، تحت قوله: ثلاثة متفرقة، ٣/ ٢٣٣
❸ البقرة: ٢/ ٢٣٠

ترجمہ، پھر اگر تیسری طلاق اُسے دی تو اب وہ عورت اُسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔(کنز الایمان)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۰/ رمضان، ۱۴۲۷ھ-۱۴/ اکتوبر، ۲۰۰۶م 207-F

نیتِ خیر کے ساتھ حلالہ کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص کو مطلّقہ ثلاثہ سے حلالہ کے لئے آمادہ کیا جائے تا کہ عورت کا اُس کے سابق خاوند کے ساتھ پھر سے گھر بس جائے اور بچے بھی اپنے والدین سے نہ بچھڑیں اور وہ شخص اِس نیت سے حلالہ کرے جب کہ بوقتِ نکاح اِس قسم کی کوئی بات نہ کہی جائے تو اِس صُورت میں کیا نکاح ہو جائے گا اور حلالہ کرنے والا اور اِس فعل پر اُسے آمادہ کرنے والا دونوں گنہگار تو نہیں ہوں گے؟ برائے کرم رہنمائی فرمائیں۔ (سائل: عبد الرشید، لیاری، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں نکاح ہو جائے گا اور کوئی بھی گنہگار نہیں ہو گا بلکہ دونوں نیّتِ خیر کی وجہ سے مستحقِ اجر و ثواب ہوں گے۔

چنانچہ علّامہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ تُمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علّامہ علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: (وکُرِہ) التزوّجُ

للثّاني(تحریمًا)لحديثِ لُعِنَ المُحَلِّلُ وَالمُحَلَّلُ لَهُ❶ (بشرطِ التّحليل) كتَزوّجتُكِ على أن أحلّلكِ(وإن حلّتْ للأوّل أمّا إذا أضمرًا ذلك لا) يُكره (وكان)الرّجلُ (مأجورًا) لقصدِ الإصلاحِ.❷

یعنی، حلالہ کی شرط پر نکاح کرنا کہ میں اِس شرط پر تجھ سے نکاح کرتا ہوں کہ تجھے(پہلے کے لئے)حلال کردوں گا، دوسرے شخص کا نکاح مکروہِ تحریمی ہے،اِس حدیث کہ وجہ سے کہ "لعنت کی گئی اُس شخص پر جو حلالہ کرے اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے"اگرچہ(ایسا کرنے سے)پہلے شوہر کے لئے حلال ہوجائے گی بہرحال جب دونوں اِس بات کو(عقد میں)پوشیدہ رکھیں،تو دوسرا نکاح مکروہ نہیں ہے اور مرد کو اصلاح کے قصد کی وجہ سے اجر دیا جائے گا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: نکاح بشرط التحلیل(حلالہ کی شرط)جس کے بارے میں حدیث میں لعنت آئی وہ یہ ہے کہ "عقدِ نکاح یعنی ایجاب و قبول میں حلالہ کی شرط لگائی جائے"اور یہ نکاح مکروہِ تحریمی ہے،زوجِ اوّل و ثانی اور عورت تینوں گنہگار ہوں گے مگر عورت اِس نکاح سے بھی بشرائطِ حلالہ شوہر اوّل کے لیے حلال ہو جائیگی اور شرط باطل ہے اور شوہر ثانی طلاق دینے پر مجبور نہیں اور اگر عقد میں شرط نہ ہو اگرچہ نیت میں ہو تو کراہت اصلاً

---

❶ سُنن أبي داود،كتاب النكاح،باب في التحليل،برقم:۲۰۷٦،۲/ ۳۸۸

❷ تنوير الأبصار مع شرحه الدّر المختار،كتاب الطّلاق،باب الرجعة،ص ۲۳۱

نہیں بلکہ اگر نیت خیر ہو تو مستحقِ اجر ہے۔ ❶

اور مفتیِ اعظم پاکستان مفتی محمد وقار الدین حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں: جو شخص اِس نیت سے حلالہ کرے کہ اُن دونوں کا گھر آباد ہو جائے تو ایسے شخص کیلئے اِس میں اَجر ہے۔ ❷

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

يوم الجمعة، ٢٤/ جمادى الأولى، ١٤٤٣هـ - ٨/ دسمبر، ٢٠٢٣م

نشے کی حالت میں حاملہ کو طلاق کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ میں نے اپنی بیوی کو اُس وقت طلاق دی جبکہ وہ حاملہ تھی، میں نے یہ سُن رکھا تھا کہ حاملہ کو طلاق دینے کی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوتی، اِس لئے میں نے اُسے ڈرانے کی خاطر تین طلاقیں یکے بعد دیگرے دیں، نیز یہ کہ میں نے شراب پی رکھی تھی۔ آپ سے التماس ہے کہ کیا ایسی صُورت میں طلاقیں واقع ہو جائیں گی حالانکہ میں نے یہ اقدام لاعلمی کے باعث کیا؟ بینوا وتوجروا عندالله

(سائل: اشرف، ملیر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدّس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں مذکورہ خاتون پر تینوں طلاقیں واقع ہو گئی ہیں، اوراب وہ بے حلالہ آپ کیلئے ہرگز حلال نہیں

❶ بہارِ شریعت، طلاق کا بیان، رجعت کا بیان، حلالہ کے مسائل، ۲/۱۸۰

❷ وقار الفتاویٰ، کتاب الطلاق، حلالہ کا بیان، ۳/۲۱۷

ہو سکتی۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ ❶

ترجمہ، پھر اگر تیسری طلاق اُسے دی تو اب وہ عورت اُسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (کنز الایمان)

اور حاملہ عورت پر طلاق واقع ہو جاتی ہے، اور اُس کی عدّت وضعِ حمل ہے۔

چنانچہ قُرآن کریم میں ہے: وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ. ❷

ترجمہ: اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جَن لیں (کنز الایمان)

اور امام ابوالحسن علی بن عمر بغدادی دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں، وہ طلاق کی جائز صورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: الطَّلَاقُ عَلَى أَرْبَعَةِ وُجُوهٍ وَجْهَانِ حَلَالٌ وَوَجْهَانِ حَرَامٌ فَأَمَّا الْحَلَالُ: فَأَنْ يُطَلِّقَهَا طَاهِرًا عَنْ غَيْرِ جِمَاعٍ وَ أَنْ يُطَلِّقَهَا حَامِلًا مُسْتَبِينًا. ❸

یعنی، طلاق کی چار صُورتیں ہیں: دو حلال اور دو حرام ہیں، بہر حال حلال

---

❶ البقرۃ: ۲ / ۲۳۰

❷ الطّلاق: ۶۵ / ۴

❸ سُنن الدار قطنی، کتاب الطّلاق والخلع والإیلاء وغیرہ، برقم الحدیث: ۳۸۴۵، ۴ / ۳

صُورت وہ یہ ہے کہ مرد طُہر میں بغیر جماع کے اُسے طلاق دے یا حمل ظاہر ہونے کی حالت میں طلاق دے۔ (مذکورہ دونوں صُورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی)

اور امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی خراسانی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند سے حضرت امّ کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: عَنْ أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ عُقْبَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَجَاءَتْهُ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَتْ: إِنِّي أُحِبُّ أَنْ تَطِيبَ نَفْسِي بِتَطْلِيقَةٍ فَفَعَلَ وَهِيَ حَامِلٌ فَذَهَبَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَجَاءَ وَقَدْ وَضَعَتْ مَا فِي بَطْنِهَا فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ لَهُ مَا صَنَعَ فَقَالَ: بَلَغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ. (1)

یعنی، حضرت امّ کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں، حضرتِ زبیر کے پاس آئیں اور وہ وُضو فرما رہے تھے، اُنہوں نے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے ایک طلاق دے کر خوش کر دیں، تو اُنہوں نے ایسا کر دیا اِس حال میں کہ وہ حاملہ تھیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کی طرف گئے، وہ مسجد پہنچے تو حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے پیٹ میں موجود بچے کو جَن دیا، حضرتِ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنا معاملہ

(1) السُّنن الکبری للبیھقی، کتاب العدد، باب عدة الحامل المطلقة، برقم الحدیث: ۱۵۴۲۰، ۷/۶۹۱

عرض کیا، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کتاب اپنی مدت کو پہنچ گئی۔ (یعنی، قرآنِ کریم میں حاملہ کی عدت حمل جَن لینے تک ہے، وہ عدّت پوری ہو گئی)

لہٰذا معلوم ہوا کہ حاملہ عورت کی عدّت وضعِ حمل ہے اور حاملہ کی عدّت کا بیان ہونا اِس بات پر دلیل ہے کہ حالتِ حمل میں طلاق واقع اور مؤثّر ہو جاتی ہے اور یہی فقہائے کرام کی عبارات سے بھی واضح ہے۔

چنانچہ علامہ ابوالحسین احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

طلاقُ الحامل يَجوز. (1)

یعنی، حاملہ عورت کو طلاق ہو جاتی ہے۔

اور زین الدین علّامہ ابونصر احمد بن محمد بن عمر عتّابی بخاری حنفی متوفی ۵۸۶ھ لکھتے ہیں: وَفی "الزّيادات" شرطُه: أنْ يكون عَقيب حيض خالٍ عن الطلَاق والجماع؛ لأنّ للجماع نصّاً يكون بسبَب الحمل فيندِم ولهذا لم يكُن جماع الحمل مانعاً من السنّة وكذا جِماع الآيسة والصَغيرة لاتمنعُ السنّة. (2)

یعنی اور "زیادات" (3) میں ہے۔ طلاقِ سنّت کی شرط یہ ہے کہ وہ ایسے حیض کے بعد ہو جو طلاق اور جماع سے خالی ہو؛ کیونکہ جماع کے لئے نصّ ہے کہ وہ

(1) مختصر القدوری، كتاب الطلاق، ص ١٥٤

(2) فتاویٰ العتّابية، أو جوامع الفقه، كتاب الطلاق، ق ٢٥١/ ألف، مخطوط مصوّر

(3) شرح الزيادات، كتاب الطلاق، باب من الحيض الذى تصدق فيه المرأة أو يكذب، الفصل الأول، ٢/ ٥١٤

حمل کا سبب ہوتا ہے لہٰذا وہ شخص (طلاق دے کر) نادم ہو گا اسی وجہ سے حمل میں جماع ،طلاقِ سنّت سے مانع نہیں ہے اور اسی طرح آئسہ اور نابالغ کا جماع بھی طلاقِ سنّت سے مانع نہیں ہے۔

اور مفتی محمد نوراللہ نعیمی حنفی متوفی ۱۴۰۳ھ لکھتے ہیں: بلاشک وشبہ و گنجائشِ ریب یقیناً حاملہ عورت پر طلاق واقع ہو جاتی ہے، تمام کُتبِ فقہ میں یہی ہے، چاروں اماموں کا مذہب ہے کہ حاملہ پر طلاق واقع ہو جاتی ہے کسی کا اِس میں اختلاف نہیں، اگر جائز نہ ہوتی تو قرآنِ کریم نے یہ کیوں بتایا کہ حمل والی کی عدّت وضع حمل ہے۔ (1)

اور ڈرانے کی نیت سے دی گئی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے کیونکہ طلاق دینے سے ہی واقع ہو جاتی ہے اگرچہ اُس کے معنیٰ کا ارادہ نہ کیا جائے۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ (2) اور امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ (3) اور امام محمد بن عیسی بن سورہ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ (4) اپنی اپنی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

---

(1) فتاویٰ نوریہ، کتاب الطلاق، باب طلاق الحوامل، ۳/۱۴۹

(2) سُنَن ابن ماجة، كتاب الطلاق، باب: من طلّق أو نكح أو راجع لاعباً، برقم الحديث: ۲۰۳۹، ۲/ ۵۱۵

(3) سُنَن أبي داود، كتاب الطّلاق، باب في الطلاق على الهزل، برقم الحديث: ۲۱۹٤، ۲/ ٤٤۷

(4) سُنَن التّرمذي، كتاب الطّلاق و اللّعان عن رسول الله صلى الله عليه واله وسلّم، باب: ما جاء في الجدّ والهزل في الطّلاق، برقم الحديث: ۱۱۸٤، ۲/ ۲٤۰

کرتے ہیں: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ: اَلنِّكَاحُ وَ الطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ.

یعنی: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جن میں سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے (یعنی مذاق میں بھی وہی حکم ہے جو سنجیدگی میں ہے) نکاح، طلاق اور (طلاق کے بعد) رُجوع کرنا۔

اِس حدیثِ پاک کے تحت شیخِ مُحقّق شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں: اگراین سه چیزبجِد گویدواقع و ثابت می شوندواگربهزل گویدهم واقع میشوندومعنی جِددرستی و کوشیدن درکارےومراداینجاآنست که معنی لفظ که موضوع است براےآن مراد دارد چنانکه "نکحْتُ" گویدیا "طَلقتُ" گویدومعنی آن مراددارد وهزل آنکه بگوید و معنی آن مراد ندار دو این سه چیزخواه معنی آن مراددارديانه داردواقع وثابت میشوندوآن سه چیزکدام اند. النّكاح و الطّلاق والرّجعة. پس نکاح کردبهزل و بازی یاطلاق دادهمچنین یا رجعت کردبزن بعدازطلاق همچنین ثابت میشود آن نکاح وطلاق ورجعت. (1)

یعنی، یہ تین چیزیں سنجیدگی سے بھی واقع ہوجائیں گی اور مزاح کے طور پر بھی، جِدّ کا معنی درستی اور کسی کام میں کوشش کرنا ہے، اِس جگہ مطلب یہ ہے کہ لفظ جس معنیٰ کے لئے وضع کیا گیا ہے اُس کا ارادہ کرے مثلاً کہے میں نے نکاح

---

(1) أشعة اللمعات شرح مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الخلع والطلاق، ۳/ ۱۶۴

کیا یا کہے میں نے طلاق دی اور اُس کے معنی کا ارادہ کرے اور ہزل یہ ہے کہ اُس کے معنی کا ارادہ نہ کرے۔ اور یہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اِن کا معنی مراد لے یا نہ لے واقع ہو جائیں گی اور وہ نکاح، طلاق اور رُجوع کرنا ہے، لہذا اگر کسی نے مذاق میں نکاح کر لیا یا طلاق دے دی یا طلاق کے بعد عورت سے رُجوع کر لیا یہ نکاح، طلاق اور رُجوع ثابت ہو جائے گا۔

اور مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں: یعنی ارادۃً بولے تو بھی واقع ہو جائیں گی اور مذاق دل لگی سے کہے یا ویسے ہی اُس کے منہ سے نکل جائے یا کسی اور زبان میں بولے جس سے وہ واقف نہ ہو، بہر حال یہ کلمات اُس کے منہ سے نکل جائیں یہ چیزیں واقع ہو جائیں گی بشرطیکہ دیوانگی یا نیند میں نہ کہے، بیداری و ہوش میں کہے۔ اِن تین چیزوں کا ذکر صرف اہتمام کے لیے ہے ورنہ تمام تصرُّفاتِ شرعیہ جن میں دوسرے کا حق ہو جاتا ہو سب کا یہ ہی حکم ہے لہذا بیع، ہبہ، کرایہ، طلاق، نکاح طلاق سے رُجوع، دانستہ طور پر کرے یا اِس کے منہ سے نادانی کی حالت میں نکل جائیں یعنی یہ عقد منعقد ہو جائیں گے۔ مزاق میں مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھے طلاق دے دی، یا تجھ سے نکاح کیا اور عورت نے بھی مذاق دل لگی میں قبول کے الفاظ کہہ دیئے یا طلاق والی عورت سے دل لگی میں کہا کہ میں نے رُجوع کر لیا یا ہنسی مذاق میں کہا میں نے یہ گھر تیرے ہاتھ فروخت یا ہبہ کر دیا پس درست ہو گیا اگر یہ حکم نہ ہو تو شریعت کے احکام بے کار ہو کر رہ جائیں ہر شخص بیع یا ہبہ یا طلاق یا نکاح کر کے کہہ دیا کرے کہ میں تو دل لگی میں کہہ رہا تھا۔ یہ حدیث

معاملات کی اصل اُصول ہے جس پر صدہا احکام مُرتّب ہیں۔ 1

اور امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: طلاق جب دی جائے واقع ہو جائے گی خواہ دھمکی مقصود ہو یا کچھ اور صریح لفظ محتاجِ نیت نہیں ہوتے اُن سے نیت کرے یا نہ کرے طلاق ہو جاتی ہے، اگر وہ تین طلاقیں دینے یا لکھنے کا مُقِر ہے اور عُذر یہ بیان کرتا ہے کہ دھمکی مقصود تھی طلاق کی نیت نہ تھی تو بلاشک تین طلاقیں ہو گئیں۔ 2

اور شراب وغیرہ کے نشے میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

چنانچہ نشے والے کی طلاق کے بارے میں امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی متوفی ۲۳۵ھ ابولبید سے روایت کرتے ہیں: أَنَّ عُمَرَ أَجَازَ طَلَاقَ السَّكْرَانِ بِشَهَادَةِ نِسْوَةٍ. 3

یعنی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نشے والے کی طلاق کو عورتوں کی گواہی سے نافذ قرار دیا ہے۔

اور فقہائے احناف کے نزدیک بھی نشے والے کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

چنانچہ امام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: طَلَاقُ السَّكرَان وَاقِع. 4

---

1 مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب خلع اور طلاق کا بیان، ۵/۱۲۹

2 فتاویٰ رضویہ، کتاب الطلاق، ۱۲/۳۹۵

3 المصنّف لابن أبي شيبة، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق السكران، برقم: ۱۸۲۷۰، ۹/ ۵۵٦

4 الهداية شرح بداية المبتدی، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، ۲/۲٦٤

یعنی، نشے والے کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

اور علّامہ ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ ❶ اور علّامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ ❷ لکھتے ہیں: و یقعُ طلاقُ کلِّ زَوجٍ عاقلٍ بَالِغٍ ولَو سَکرانَ.[واللّفظ للأوّل]

یعنی، ہر عاقل بالغ شوہر کی طلاق واقع ہو جاتی ہے اگرچہ وہ نشے میں ہو۔

اور علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت ❸ نے لکھاہے: وَطلاقُ السَّکرانِ واقعٌ إذَا سکرَ مِن الخَمرِ أو النّبیذِ وهو مَذهبُ أصْحابنَا رَحِمهُم اللهُ تعالیٰ کذَافِی "المُحیطِ". ❹

یعنی، اگر کسی نے شراب یا نبیذ کے نشہ کی حالت میں طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی اور یہی ہمارے اصحاب کا مذہب ہے، ایسا ہی "محیط" میں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: طلاق کے لیے شرط یہ ہے کہ شوہر عاقل، بالغ ہو، نابالغ یا مجنون نہ خود طلاق دے سکتا ہے، نہ اُس کی طرف سے اُس کا ولی۔ مگر نشہ والے نے طلاق دی تو واقع ہو جائے گی کہ یہ عاقل کے حکم میں ہے اور نشہ خواہ شراب پینے سے ہو یا بنگ وغیرہ کسی اور چیز

---

❶ کنز الدّقائق، کتاب الطّلاق، ص۲۶۹

❷ الدّرالمختارشرح تنویرالأبصار، کتاب الطّلاق، تحت قوله: یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل، ص۲۰۶

❸ الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب الأوّل فی تفسیره ورکنه وشرطه وحکمه. .. إلخ، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه، ۱/ ۳۵۳

❹ المحیط البرهانی، کتاب الطلاق، الفصل الثالث فی بیان من یقع طلاقه ومن لا یقع، ۴/ ۳۹۱

ہے۔ ❶

لہٰذا دلائل کی رُو سے ثابت ہوا کہ حاملہ عورت کو طلاق واقع ہو جاتی ہے، پس لوگوں کا یہ کہنا دُرست نہیں کہ حالتِ حمل میں طلاق نہیں ہوتی، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نشے والے کی طلاق نافذ ہوتی ہے، اِسی طرح شوہر اگرچہ بیوی کو محض ڈرانے کی نیت سے طلاق دے، جب بھی واقع ہو جائے گی اور مزید بر آں یہ کہ آپ خود ہی اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دینے کا بھی اقرار کر رہے ہیں، اِس لئے صُورتِ مسئولہ میں مذکورہ خاتون پر طلاقِ مُغلّظہ واقع ہو گئی ہے اور اب وہ بے حلالہ آپ کیلئے کسی صُورت میں حلال نہیں ہو سکتی، یہی قرآن و حدیث کا فیصلہ ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۱۸، جمادی الأولیٰ ۱٤۲۱ھ، ۹ اگست ۲۰۰۱م JIA-108

رُخصتی سے پہلے تین معلق طلاقوں کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ میری بیٹی صائمہ بنتِ عثمان کی شادی احمد بن یامین کے ساتھ 1999ء میں ہوئی تھی، جب سے میری لڑکی بالغ ہوئی ہے تب سے ہم لوگ پیغام پر پیغام بھیجتے رہے ہیں کہ آکر رُخصتی لے لو لیکن لڑکے کے گھر والوں نے کوئی جواب نہیں دیا اور بہت تنگ کیا، آخر کار ہم لوگ 18 ستمبر 2009ء کو لڑکے کے پاس گئے تو اُس نے مجھے رُخصتی کے لئے آنے والے 12 ربیع الاوّل کا ٹائم دیا اور ساتھ میں یہ بھی کہا کہ میں آنے

---

❶ بہارِ شریعت، طلاق کا بیان، ۲/۸/۱۱۱

والے 12 ربیع الاوّل تک نہیں لے کر گیا تو میری طرف سے صائمہ بنت محمد عثمان کو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی، اِس طرح ربیع الاول کا پورا مہینہ گزر گیا اور وہ رُخصتی کے لئے نہ آیا اور نہ ہی کوئی پیغام دیا، اَب صائمہ کا نکاح احمد کے ساتھ بر قرار ہے یا طلاق واقع ہو گئی اور طلاق ہونے کی صُورت میں عدّت کیا ہو گی؟ محمد احمد بن محمد یامین کی طرف سے دیئے گئے بیان کی فوٹو کاپی سوال کے ساتھ منسلک ہے۔

(سائل: محمد عثمان، کراچی)

بإسمه تعالیٰ و تقدّس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں احمد بن یامین نے اپنی منکوحہ صائمہ بنت محمد عثمان کی طلاقوں کو ربیع الاوّل میں رُخصتی کے لئے نہ آنے پر معلّق کیا اور وہ اِس ربیع الاوّل میں نہ آیا تو صائمہ بنت محمد عثمان پر طلاقِ مغلّظ یعنی تین طلاقیں واقع ہو گئیں جیسا کہ تعلیق کا یہی حکم ہے جس کی تفصیل ہمارے دیگر فتاویٰ (JIA:670) میں موجود ہے۔

چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابوبکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: (وإذا أضافهُ إلى شرطٍ وقع عقيبَ الشّرط مثلُ أن يقولَ لامرأته: إن دخلتِ الدّار فأنتِ طالقٌ) وهذا بالاتّفاق لأنّ الملك قائمٌ في الحالِ، والظّاهر بقاؤهُ إلى وقتِ وجودِ الشّرطِ فيصحّ يمينًا أو إيقاعًا. ❶

❶ الهداية شرح بداية المبتدي، كتاب الطّلاق، باب الأيمان في الطلاق، ۲۸۳/۱

یعنی، اگر شوہر نے طلاق کو کسی شرط پر معلّق کیا ہو تو وہ شرط پائے جانے کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی، مثلاً شوہر کا اپنی بیوی سے یوں کہنا "اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے" اور یہ بالاتفاق ہے؛ کیونکہ ایسی صورت میں فی الحال نکاح کی ملکیت قائم ہے اور ظاہر یہی ہے کہ شرط کے موجود ہونے تک یہ ملکیت باقی رہے گی لہٰذا یہ قول یمین بننے یا طلاق واقع کرنے کی صلاحیت رکھے گا۔

اور وہ اپنے شوہر احمد بن یامین پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی کہ بے حلالہ شرعیہ دوبارہ حلال نہ ہو گی۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗؕ۔ (1)

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اُسے دی تو اب وہ عورت اُسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (کنز الایمان)

اور اب صائمہ آزاد ہے جس سے چاہے نکاح کرے۔

اور عدّت کا حکم یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد زوجین اگر کسی ایسی جگہ اکٹھے ہوئے ہوں کہ اگر کچھ کرنا چاہتے تو کر سکتے اگرچہ کچھ نہ کریں جسے "خلوتِ صحیحہ" کہتے ہیں، تو عدّت لازم ہو گی اور اگر ایسا موقع نہ آیا تھا، تو کوئی عدّت نہیں ہے۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ

(1) البقرة: ٢/ ٢٣٠

عِدَّةٍ تَعۡتَدُّوۡنَهَاۚ۔ ❶

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بے ہاتھ لگائے چھوڑ دو تو تمہارے لئے کچھ عدّت نہیں جسے گنو۔ (کنزالایمان)

اِس آیت کے تحت علّامہ ابواللّیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۳ھ لکھتے ہیں: إذا طَلّقها قبل أن يخلو بِها لا عدّة عليها بالإجمَاع. ❷

یعنی، جب شوہر، بیوی کو خلوت سے پہلے طلاق دیدے، تو عورت پر بالاجماع عدّت نہیں ہوگی۔

اوراِسی آیت کے تحت علّامہ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: أجمَع العلماء أنّه إذا كَان الطلاق قَبل المِسيس والخَلوة فلا عِدَّة وعنْدنا أنّ الخَلوة توجِب العِدّة وتقَرر الصّداق. ❸

یعنی، عُلمائے کرام کا اِس پر اجماع ہے کہ جب طلاق عورت کو چھونے اور خلوت سے پہلے ہو تو کوئی عدّت نہیں اور ہمارے نزدیک خلوت، عدّت کو واجب کرتی اور مہر کو پختہ کردیتی ہے۔

اور صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے

---

❶ الأحزاب: ۳۳/ ۴۹

❷ بحر العلوم المعروف بتفسير السمرقندي، سورة الأحزاب، تحت الآية: ۴۹، ۳/ ۶۶

❸ زاد المسير، سورة الأحزاب، تحت الآية: ۴۹، ۳/ ۴۷۳

ہیں: اِس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر عورت کو قبلِ قُربت طلاق دی تو اُس پر عدّت واجب نہیں۔ خلوتِ صحیحہ قُربت کے حکم میں ہے تو اگر خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق واقع ہو تو عدّت واجب ہوگی اگرچہ مباشرت نہ ہوئی ہو۔ ❶

اِسی وجہ سے فُقہائے کرام نے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ نکاحِ صحیحہ کے بعد مرد، عورت سے حقیقۃً صحبت کرے یا حکماً یعنی دونوں کا ایسی جگہ اکٹھے ہونا، جہاں اُنہیں صحبت کرنے سے شرعاً، طبعاً اور حساً کوئی چیز مانع نہ ہو "عدّت" کو واجب کرتا ہے، اگر ایسا نہ ہوا، تو طلاق کی صُورت میں عدّت واجب نہ ہوگی۔

چنانچہ علّامہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ تُمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں: وَهي فِي حرّة تحيض لطَلاق أو فسخ بجَميع أسْبابه بعد الدُخول حقيقةً أو حكماً ثلاث حيض كوامل. ❷

یعنی: حقیقۃً یا حکماً دُخول کے بعد، ایسی آزاد عورت جسے حیض آتا ہو، اُس کی طلاق یا جمیع اسباب میں سے کسی سبب سے نکاح فسخ ہونے کی عدّت مکمل تین حیض ہے۔

اِس کے تحت علّامہ حسین اسکندری رومی لکھتے ہیں: أرَاد بهِ الخلوَة الصَّحِيحة. ❸

---

❶ تفسیرِ خزائن العرفان، سورۃ الأحزاب، تحت الآیۃ: ٤٩

❷ تنویر الأبصار، کتاب الطلاق، باب العدّۃ، ص ٢٤٥

❸ الجوھر المنیر شرح التنویر، کتاب الطلاق، باب العدّۃ، تحت قولہ: حکماً، ق ١١٩/ ب، مخطوط مصور

یعنی: اِس سے مراد خلوتِ صحیحہ ہے۔

اور علّامہ تُمرتاشی لکھتے ہیں: حتیٰ تجب علی مطلّقة بعدالخلوة ولو فاسدةً. ❶

یعنی: مطلقہ پر خلوت کے بعد عدّت واجب ہوگی اگرچہ فاسدہ ہو۔

اور علّامہ ابو الحسن علی بن حسین سغدی حنفی متوفی ۴۶۱ھ لکھتے ہیں: وَفي الطَّلَاق قبل الدُّخُول لَا عدَّة عَلَيْهَا. ❷

یعنی، اور دُخول سے پہلے طلاق کی صُورت میں عورت پر کوئی عدّت نہیں۔

اور علّامہ علاؤالدین عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری حنفی متوفی ۷۳۰ھ لکھتے ہیں: لَا عدّةَ عليهَا إذا طلقَت قبلَ الدّخُول بهَا. ❸

یعنی، جب طلاق دُخول سے پہلے دی جائے، تو عورت پر عدّت لازم نہیں ہوتی۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۵/ ربیع الثانی، ۱۴۳۱ھ - ۱/ ابریل، ۲۰۱۰م 594-F

تین طلاقوں کے بعد ساتھ رہنے کا حکم

---

❶ منح الغفار شرح تنویر الأبصار، کتاب الطلاق، باب العدّة، تحت قوله: إن وطئت، ق۲۵٤/ الف، مخطوط مصور

❷ النتف، کتاب النکاح، باب المهر غیر مسمی، ۱/ ۲۹٦

❸ کشف الأسرار شرح أصول البزدوي، باب وجوه الوقف علی أحکام النظم، التعلیق بالشرط موجب العدم، تحت قوله: وَجوَّز تعجیل کفّارة الیمین، ۲/ ٤۰۰

الاستفتاء: کیافرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ زید اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کے بعد دوبارہ گھر لے آیااور اُس بیوی سے کئی بچے بھی پیداہو چکے ہیں۔ بکر نے اِسی وجہ سے زید سے تعلق ختم کر لیا تھا، اِس واقعہ کو تقریباًدس سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ زید، بکر سے ملنا چاہتا ہے، کیازید و بکر آپس میں تعلق جوڑ سکتے ہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہو گی۔ (سائل: محمد رفیق، کراچی)

باسمه تعالیٰ و تقدس الجواب: تین طلاقوں کے بعد عورت اپنے شوہر پر حُرمتِ مغلّظہ کے ساتھ حرام ہو جاتی ہے، بے حلالہ شرعیہ دوبارہ حلال نہیں ہوتی اور صرف نکاح کرلیناکافی نہیں ہوتا۔

چنانچہ قُرآنِ کریم میں ہے: فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَه. ❶

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اُسے دی تو اب وہ عورت اُسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (کنزالایمان)

اور تین طلاق کے بعد عورت، عدّت گزار کر دوسرے شوہر سے نکاحِ صحیحہ کرے پھر وہ اُس سے دُخول کرے، اِس کے بعد وہ عورت کو طلاق دیدے یاوفات پاجائے پھر اُس کی عدّت گزار کر عورت پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

چنانچہ امام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ

---

❶ البقرۃ: ۲ / ۲۳۰

لکھتے ہیں: وَإنْ كان الطّلاق ثلاثاً فِي الحرّة وثنتين فِي الأمةِ لم تحلّ له حَتّىٰ تَنكِحَ زَوْجاً غَيْرَه نِكَاحاً صَحِيْحاً ويدخل بِها ثم يطلّقها أو يَموت عنهَا. (1)

یعنی: اور اگر تین طلاق آزاد عورت یا دو طلاق باندی کو دی تو اُس کے لئے وہ عورت حلال نہیں ہے جب تک وہ عورت دوسرے مرد سے نکاحِ صحیح کرے اور اس کے ساتھ دخول ہو پھر وہ دوسرا شوہر اس کو طلاق دے یا شوہر کی موت ہو جائے۔

اب جب ثابت ہو گیا کہ تین طلاق دینے سے بیوی اُس پر حرام ہو گئی اوراس کے باوُجود وہ بغیر حلالہ اُس کے ساتھ رہنے لگا، تو ایسا شخص سخت گنہگاراور عذابِ نار کا حقدار ہوا۔ اب اسلامی حکومت و قاضیِ اسلام نہ رہے کہ جو اُسے اِس جرم پر شرعی سزا دیں، لہٰذا مسلمان ایسے کا بائیکاٹ کریں یعنی اُس کے ساتھ اُٹھنا، بیٹھنا وغیرہ تمام اُمور حرام ہو گئے۔

چنانچہ امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ حضرتِ عبد اللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَخْلُوَنَّ بِامْرَأَةٍ لَيْسَ بَيْنَه

(1) الهداية شرح بداية المبتدي، كتاب الطّلاق باب الرجعة، فصل فيما تحلّ به المطلقة، ٢/ ٢٥٧

وَبَيْنَهَا مَحْرَمٌ. (1)

یعنی، جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ تنہائی میں ایسی عورت کو نہ ملے جس کے اور اُس مرد کے درمیان محرم نہ ہو۔

اور اُس کے تمام عزیزوں، رشتہ داروں غرضیکہ تمام مسلمانوں پر لازم ہوا کہ اُس کے ساتھ قطع تعلق کرلیں۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. (2)

ترجمہ: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (کنزالایمان)

اِسی بناپر بزرگانِ دین نے بھی ایسوں کی صحبت سے بچنے کی تاکید کی ہے۔

چنانچہ علّامہ ابوطالب محمد بن علی بن عطیّہ مکی متوفی ۳۸۶ھ تحریر فرماتے ہیں: وإيّاك أنْ تصحِب من الناسِ خمسَة: المبتدِع والفاسِق والجاهل والحَريص على الدنيا والكَثير الغيبة لِلناس فإنّ هٰؤلاء مفسدَة للقلوب مذهِبة للأحوال مضرّة فِي الحال وَالمآل. (3)

یعنی، پانچ لوگوں کی صحبت سے دُور رہو: بدعتی، فاسق، جاہل، دنیا پر حرص

(1) المعجم الكبير باب العين، عبد الله بن عباس، رقم: ١١٤٦٢، ١١/ ١٩١

(2) الأنعام: ٦٨/٧

(3) قوت القلوب، الفصل الرابع والأربعون: كتاب الأخوة فى الله، ٢/ ٣٥١

کرنے والا اور لوگوں کی کثرت سے غیبت کرنے والا؛ کیونکہ یہ دِلوں کو فاسد کرنے والے، احوال کو ختم کرنے والے اور حال اور مآل میں نقصان پہنچانے والے ہیں۔

اور ابو سلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم خطّابی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں: فَإِنَّ هِجرة أهْل الأهوَاء والبِدعة دائمَة علىٰ مرّ الأوقَات وَالأزمانِ ما لَم تظهر مِنهم التوبَة والرُجوع إلى الحَق وكَان رسُول الله صلى الله عليه وسلم خَاف علىٰ كَعب وأصحابه النِفاق حِين تخلفُوا عن الخرُوج معَه في غزوَة تبوك فأمَر بهجرانهم وأمَرهم بالقُعود فِي بيوتهم نَحو خمسِين يوماً علىٰ مَا جاء فِي الحديث إلىٰ أن أنزل الله سبحانه تَوبته وَتوبة أصحَابه فعَرف رسُول الله صلى الله عليه وسلم براءتهُم من النِّفَاق. ❶

یعنی، اہلِ خواہشات وبدعات سے ہروقت اور ہر زمانہ میں دُور رہنا چاہیے جب تک اُن سے توبہ اور حق کی طرف رُجوع ظاہر نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو حضرتِ کعب اور آپ کے ساتھیوں پر نفاق کا خوف ہوا، جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں جانے سے پیچھے رہے، تو آپ نے اُن سے دور رہنے اور اُنہیں اپنے گھروں میں تقریباً پچاس دن بیٹھنے کا حکم

❶ معالم السُنن شرح أبي داؤد، كتاب شرح السنة، من باب مجانبة أهل الأهواء وبغضهم، ٢٩٦/٤

دیا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے یہاں تک کہ اللہ عزّوجلّ نے اُن کی اور اُن کے ساتھیوں کی توبہ (کی مقبولیت) نازل فرمائی، تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اُن کی نفاق سے براءت کو پہچان لیا۔

اور مفتیِ اعظم پاکستان مفتی محمد وقار الدین حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں: جس شخص نے مطلّقہ ثلاثہ کو اپنے پاس رکھا ہے، وہ حرام کاری میں مبتلا ہوا۔ اہلِ محلّہ اور رشتہ داروں کو اُس سے ملنا، جلنا، ناجائز و گناہ تھا، جب تک وہ اُس عورت کو اپنے سے جُدا نہ کردے اور بالاعلان توبہ نہ کرے۔ (1)

اور آگے لکھتے ہیں: بغیر حلالہ اور بغیر نکاح جتنے دن بیوی اور شوہر ایک ساتھ رہے، گناہ کرتے رہے اور اگر اُنہوں نے حقوقِ زوجیّت ادا کئے، تو حرام کاری میں مبتلا رہے، اُنہیں بالاعلان جُدا ہونے کے بعد توبہ کرنی چاہیے۔ (2)

لہٰذا بکر کا زید کے ساتھ قطعِ تعلّق کرنا، قرآن وسنّت کے عین مطابق ہے اور اُسے چاہیے کہ جب تک زید اُس عورت سے الگ نہ ہو اور اپنے اِس بُرے فعل سے اعلانیہ توبہ نہ کرے، اُس کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلّق نہ جوڑے اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ زید کے ساتھ قطع تعلّق کرلیں۔

واللہ تعالىٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۹/ محرم الحرام، ۱٤۲٥ھ - ۲۰/ مارچ، ۲۰۰٤م JIA-614

(1) وقار الفتاویٰ، کتاب الطلاق، طلاقِ ثلاثہ کا بیان، ۳/۱۶۵

(2) وقار الفتاویٰ، کتاب الطلاق، طلاقِ ثلاثہ کا بیان، ۳/۱۶۵

کنایہ کے بعد الفاظِ صریحہ سے طلاق کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ زید اور اُس کی بیوی میں رات کو مسئلہ ہوا، صبح اُٹھ کر زید نے اپنی بیوی سے کہا "آج سے تیرا میرا رابطہ ختم"، "آج سے میں تجھے چھوڑتا ہوں"، طلاق، طلاق، طلاق، اب زید کی بیوی پر کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟

(سائل: معرفت خالد، حسین آباد، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدّس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں تین طلاقیں واقع ہو گئیں؛ کیونکہ زید کا اپنی بیوی کو یہ کہنا کہ "آج سے تیرا میرا رابطہ ختم" یہ الفاظ کنایہ کے ہیں، اِن سے ایک طلاقِ بائن واقع ہو گئی۔

چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: یہ لفظ کہ "تیرا میرا کچھ واسطہ نہیں" الفاظِ کنایہ سے ہے بمعنی "قطعِ تعلق" کثرت سے مستعمل ہے۔ (1)

اور مفتیِ اعظم پاکستان مفتی محمد وقار الدین قادری حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں: "میں شرع کے اعتبار سے اپنی بیوی کو نکاح سے آزاد کر رہا ہوں، اب میرا اُس سے کوئی واسطہ نہیں"۔ یہ الفاظ، کنایہ کے ہیں، اِن سے ایک طلاقِ بائن واقع ہو گی۔ (2)

---

(1) فتاویٰ امجدیہ، کتاب الطلاق، کنایہ کا بیان، ۱/ ۲/ ۲۳۴

(2) وقار الفتاویٰ، کتاب الطلاق، طلاق رجعی اور بائن کا بیان، ۳/ ۱۵۹۔۱۶۰

پھر زید نے کہا کہ "آج سے میں تجھے چھوڑتا ہوں" یہ اُردو زبان میں صریح طلاق ہے جس سے ایک رجعی طلاق واقع ہوئی۔

چنانچہ صدر الشریعہ لکھتے ہیں: یہ لفظ کہ "میں نے تجھ کو چھوڑا" الفاظِ طلاق سے ہے اور عُرف میں طلاق کے لئے مستعمل ہوتا ہے، لہٰذا بغیر نیت بھی اِس سے طلاق واقع ہوتی ہے۔ 1

کیونکہ غیر عربی الفاظ میں قاعدہ یہ ہے کہ جو لفظ جس زبان میں طلاق کے لئے استعمال ہوتا ہو اُس زبان میں لفظ صریح قرار پاتا ہے۔

چنانچہ علّامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ 2 اور اُن سے نقل کرتے ہوئے علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت 3 نے اور علّامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ 4 فارسی کے بارے میں لکھا ہے: والأصلُ الذی علَیه الفَتوی فی زَمانِنا هذا فی الطلاقِ بالفَارسِیّة: أنه إنْ کان فیها لفظٌ لا یُستعملُ إلا فی الطلاقِ ،فذلك اللفظُ صریحٌ یَقعُ به الطلاقُ مِن غیرنیۃٍ ، إذا أضیفَ إلی المرأة، مثل أن یقالَ فی عُرفِ دیارنا: "زن رها کردیم" أو عُرف العراق: "بهشتم"،لأنَّ الصریحَ لا یختلفُ بإختلافِ اللّغاتِ.[واللفظ

1 فتاویٰ امجدیہ، کتاب الطلاق، ۱/ ۲/ ۱۸۱

2 بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل: ومنها النية، ٤/ ٢٢٥

3 الفتاویٰ الهندیّة، کتاب الطّلاق، الباب الثّانی فی إیقاع الطلاق، الفَصل السّابع فی الطلاق بالفارسیة، ١/ ٣٧٩

4 تمام العنایة فی الفرق بین الصّریح الطلاق والکنایة، ص٢٩، مخطوط، مصوّر

للثالث].

یعنی، ہمارے زمانے میں فارسی میں طلاق کے بارے میں اصل، جس پر فتویٰ ہے وہ یہ ہے کہ اگر فارسی میں لفظ ایسا ہے جو صرف طلاق کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے تو وہ لفظ صریح ہے، اُس سے بلانیّت طلاق واقع ہو جائے گی جبکہ اُسے عورت کی طرف مضاف (منسوب) کیا ہو جیسا کہ ہمارے دیار کے عُرف میں کہا جاتا ہے "زن رہا کردیم" یا عراق کے عُرف میں کہا جائے "بہشتم" (میں نے تجھے چھوڑا) کیونکہ صریح الفاظ لُغات کے اختلاف سے مختلف نہیں ہوتے۔

اور لفظ "چھوڑا" کے بارے میں امام برہان الدین ابو المعالی محمود بن احمد ابنِ مازہ بخاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ ❶ اور اُن سے علّامہ نظام الدین اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت ❷ نے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: وكان الشّيخُ الإمام ظهيرُ الدّين المرغِينانيّ رحمهُ الله تعالى يُفتِي في قوله: "بِهِشْتَمْ" بالوُقوع بلا نيّة ويكونُ الواقع رجعيًا.

یعنی، شیخ الاسلام امام ظہیر الدین مرغینانی شوہر کے قول "میں نے تجھے چھوڑا" میں بلانیّت وُقوعِ طلاق کا فتویٰ دیتے تھے اور اِس سے طلاقِ رجعی واقع ہو گی۔

پھر اِس نے تین بار "طلاق، طلاق، طلاق" کے الفاظ کہے، یہ الفاظ اضافت

❶ الذخيرة البرهانية، كتاب الطلاق، الفصل الرابع: في الكنايات، ٤/ ٦٩

❷ الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل السابع بالفارسية، ١/ ٣٧٩

لفظی سے اگرچہ خالی ہیں لیکن اِن میں اضافتِ معنوی موجود ہے اور یہ طلاق کے صریح الفاظ ہیں جن سے رجعی طلاق واقع ہوتی ہے۔

اَب صُورت یہ بنی: پہلے ایک طلاقِ بائن دی پھر چار صریح طلاقیں دیں، اِس طرح ایک بائن اور دو صریح مل کر تین طلاق مغلّظہ واقع ہو گئیں؛ کیونکہ صریح طلاق، بائن طلاق کو لاحق ہو جاتی ہے۔

چنانچہ امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں: الصّریحُ یَلحقُ الصّریحَ و البائنَ والبائن یلحق الصّریحَ لا البائنَ إلّا إذا کان مُعلّقاً. ❶

یعنی، طلاقِ صریح، صریح اور بائن کو لاحق ہوتی ہے اور بائن صریح کو لاحق ہوتی ہے نہ کہ بائن کو مگر جب کہ وہ مُعلّق ہو۔

اور شمس الدین محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علّامہ حسین اسکندری رومی حنفی لکھتے ہیں: (الصّریح یلحَق الصریح والبائن) أیضاً بأن قال لھا أنت بائِن أو خَالعھا علیٰ مالٍ ثم قال أنتِ طَالق وقع عندَنا. ❷

یعنی، صریح طلاق، صریح اور بائن کو لاحق ہوتی ہے اِس طرح کہ شوہر، بیوی سے کہے کہ "تو بائن ہے" یا کسی مال پر خلع کرے پھر کہے تو "طلاق والی" ہے، تو ہمارے نزدیک طلاق واقع ہو جائے گی۔

---

❶ کنز الدّقائق، کتاب الطّلاق، باب الکنایات، ص ۲۷۷

❷ تنویر الأبصار مع شرحہ الجوھر المنیر، کتاب الطلاق، باب الکنایات، ق۱۰۷/ الف، مخطوط مصوّر

اور علامہ علی بن محمد ابنِ غانم مدینی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں: الصريح بالبائن بأن قال أنت بائن أو طلّقها بمال ثم قال طَالق ...يلحقها صَريح الطلاق مادامت في العدّة. ❶

یعنی: اِسی طرح صریح، بائنہ کے ساتھ لاحق ہو جاتی ہے اِس طرح کہ شوہر، بیوی سے کہے کہ تو بائنہ ہے یا اُسے مال کے بدلے طلاق دے، پھر کہے تو طلاق والی ہے، تو صریح اُس بائنہ کے ساتھ لاحق ہو گی جب تک عورت عدّت میں ہے۔

اِس طرح کُل پانچ طلاقیں دی گئیں، جن میں پہلی تین واقع ہو گئیں اور آخر کی دو لغو قرار پائیں اور زید کی بیوی زید پر حُرمتِ مُغلّظہ کے ساتھ حرام ہو گئی کہ اَب بے حلالہ ٔ شرعیہ دوبارہ حلال نہ ہو گی۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ ❷

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اُسے دی تو اب وہ عورت اُسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (کنز الایمان)

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ۲۲/ محرم الحرام، ۱٤۳۱ھ ۸-/ ینایر، ۲۰۱۰م 575-F

بحالتِ غصّہ دو طلاقِ رجعی کا حکم

❶ أوضح رمز على نظم الكنز، كتاب الطلاق، باب الكنايات، تحت قوله: وكذاك بالبائن، ۲/ ۸٤، ق/ ألف، مخطوط مصور

❷ البقرة: ۲/ ۲۳۰

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی کہتی ہے کہ میرے شوہر نے مجھے غصہ میں دو بار طلاق دی ہے، زید سے پوچھا گیا تو وہ کہتا ہے کہ میں غصہ میں تھا، مجھے معلوم نہیں، اگر میری بیوی کہتی ہے کہ میں نے طلاقیں دی ہیں، تو میں نے دی ہوں گی، میں اُس کے دعویٰ کا انکار نہیں کرتا، اقرار کرتا ہوں، گواہ کوئی نہیں ہے اور زید کی بیوی حاملہ بھی ہے، طلاق کے الفاظ جو زید نے کہے وہ یہ تھے کہ "میں تجھے طلاق دیتا ہوں"، "میں تجھے طلاق دیتا ہوں" کیا حالتِ غصہ میں طلاق ہو جاتی ہے۔ کتنی طلاقیں واقع ہوئیں اور رُجوع کی کیا صُورت بنے گی اور رُجوع کیسے ہو گا؟ بیّنوا وتُوجروا عند الله

(سائل: عمران خان ولد عبد الرزاق خان، ایف ایس ۷/ ۱۲، ملیر توسیعی کالونی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حالتِ غصہ میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

چنانچہ امامِ اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: غصہ مانع وُقوعِ طلاق نہیں بلکہ اکثر وہی طلاق پر حامل ہوتا ہے، تو اُسے مانع قرار دینا گویا حکمِ طلاق کا راساً ابطال ہے۔ (1)

اور مفتی محمد جلال الدین احمد امجدی حنفی متوفی ۱۴۲۲ھ لکھتے ہیں: بحالتِ حمل اور غصہ میں بھی طلاق ہو جاتی ہے بلکہ اکثر طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے۔ (2)

---

(1) فتاویٰ رضویہ، کتاب الطلاق، ۱۲/ ۳۸۳

(2) فتاویٰ فیض الرسول، کتاب الطلاق، ۲/ ۲۱۹

صُورتِ مسئولہ میں دو طلاقیں رجعی واقع ہوئیں۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ۔ ❶

ترجمہ: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے کیساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔(کنزالایمان)

اِس لئے زید کو دورانِ عدّت رُجوع کا حق حاصل ہے اور حاملہ کی عدّت وضعِ حمل ہے۔

چنانچہ علامہ ابوالحسن احمد بن محمد قُدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ، امام ابوالفضل عبدالرحمن بن محمد کرمانی حنفی متوفی ۵۴۳ھ ❷ اور امام ابو بکر بن علی بن محمد حدّادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ ❸ لکھتے ہیں: (وَإِنْ كانت حاملًا فعدّتها أَن تضع حملها) سواء كان ذٰلك من طلاق أو وَفاةٍ، وسواءٌ كانت حرّةً أو أمةً وسَواء كَان الحمل ثابت النّسب أَم لا.

یعنی، اور اگر عورت حاملہ ہو، تو اُس کی عدّت وضعِ حمل ہے خواہ طلاق کی عدت ہو یا وفات کی، آزاد عورت کی عدّت ہو یا لونڈی کی، حمل ثابت النسب ہو یا ثابت النسب نہ ہو۔

---

❶ البقرة: ۲/ ۲۲۹

❷ مختصر قدوری مع شرحه الجوهرة النيّرة، كتاب العدّة، ۲/ ۲۴۲

❸ كتاب الإيضاح، كتاب العدة، ق ۱۱۰/ ب، مخطوط مصور، وليس فيه: عندهما

اور علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھاہے: وعدّةُ الحاملِ أن تضعَ حملَها. (1)

یعنی، حاملہ کی عدّت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل وضع کرلے۔

رُجوع کاطریقہ یہ ہے کہ زید، بیوی کی موجودگی میں اُسے کہہ دے کہ میں نے تم سے رُجوع کیایاعورت کی موجودگی یاعدم موجودگی میں یوں کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی سے رُجوع کیا۔

چنانچہ علّامہ ابوالحسن احمد بن محمد قُدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ اورامام ابو بکر بن علی حدّادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں: (والرّجعةُ أن يقولَ رجعتُكِ أو راجعتُ امرأتي) فقولهُ: "راجعتكِ": هٰذا في الحضرةِ. وقولهُ: "راجعتُ امرأتي" في الحَضرةِ والغَيبة. (2)

یعنی، مرد اپنی عورت کی موجودگی میں اُسے کہہ دے کہ میں نے تجھ سے رجوع کیایاکہے کہ "میں نے اپنی عورت سے رُجوع کیا"، خواہ عورت موجود ہو یانہ ہو۔

اور بہتر یہ ہے کہ اپنے اِس قول پر دو گواہ بنالے تاکہ رُجوع پر گواہ رہیں۔

چنانچہ علّامہ قُدوری لکھتے ہیں: و يُستحبّ له أن يشهدَ على الرّجعة. (3)

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، کتاب الطّلاق، الباب الثالث عشر في العدة، ۱/ ۵۳۸

(2) الجوهرة النيّرة شرح مختصر القدوری، کتاب الرجعة، ۲/ ۱۹۷

(3) مختصر القدوری، کتاب الطّلاق، باب الرجعة، ص ۱۵۹

یعنی، اُس شخص کے لئے مستحب ہے کہ رُجوع پر گواہ بنائے۔

رُجوع کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مرد بیوی سے ہمبستری کر لے یا شہوت کے ساتھ بوسہ لے یا بشہوت بدن کو چھولے وغیرہا۔

چنانچہ امام قدروی لکھتے ہیں: أو يَطَأَها أو يُقبِّلها أو يَلمِسَها بشهوةٍ أو يَنظُر إلى فَرجها بشَهوة. (1)

یعنی، رُجوع یہ ہے کہ مرد عورت سے ہمبستری کر لے یا شہوت سے بوسہ لے یا شہوت کے ساتھ بدن کو چھولے یا عورت کی شرمگاہ کی طرف بشہوت دیکھے۔

اور علّامہ حسام الدین علی بن مکی رازی حنفی متوفی ۵۹۸ھ لکھتے ہیں: لقولہٖ تعالیٰ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ (2) .الآية. و الإمسَاك حقيقَية في الفِعل. (3)

یعنی، اللہ تعالیٰ کے اِس فرمان (ترجمہ: پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ (کنز الایمان)) کی وجہ سے اور روکنا حقیقۃً فعل میں ہوتا ہے۔

اور مرد کو رُجوع کرنے کا حق اِس لئے ہے کہ ابھی نکاح باقی ہے۔

چنانچہ علّامہ حسام الدین (4) لکھتے ہیں: النكاح بينهما باقٍ لقوله تعالىٰ وَ

---

(1) مختصر القدوری، کتاب الطلاق، باب الرجعة، ص ۱۵۹

(2) البقرة: ۲/ ۲۲۹

(3) خُلاصة الدّلائِل، کتاب الطّلاق، بالرّجعة، ۲/ ۵

(4) خلاصة الدلائل، کتاب الطلاق، بالرجعة، ۲/ ۵

بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ. ❶

یعنی، نکاح اُن دونوں کے درمیان باقی ہے اللہ عزّوجلّ کے اِس فرمان (ترجمہ: اور ان کے شوہروں کو اس مدت کے اندر ان کے پھیر لینے کا حق پہنچتا ہے) کی وجہ سے۔

اور رُجوع کے بعد زید کے پاس صرف ایک طلاق کی گنجائش ہے، اگر خدانخواستہ وہ رُجوع کے بعد یا دورانِ عدّت قبلِ رُجوع اپنی بیوی کو ایک اور طلاق دیتا ہے، تو اب اُس کی بیوی اُس پر حرام ہوجائے گی کہ بغیر حلالہ شرعیہ کے حلال نہ ہو گی۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ ❷

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اُسے دی تو اب وہ عورت اُسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (کنز الایمان)

واللہ تعالی أعلم بالصواب

JIA-109 ١٨/ جمادی الأولیٰ، ١٤٢٢ھ - ٩/ أغسطس، ٢٠٠١م

طلاق کی تہمت لگانے سے طلاق کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ میرے اور بیوی کے درمیان ناچاقی ہوئی جس کی وجہ سے میں نے طلاق کا کلمہ اِس

❶ البقرة: ٢/ ٢٢٨
❷ البقرة: ٢/ ٢٣٠

طرح زبان سے ادا کیا کہ "میں تمھیں طلاق دے رہا ہوں" پھر میں نے اُسی وقت رُجوع بھی کر لیا، گھر میں سے سسر نے ایک دار الافتاء میں میرے بارے میں ایک سوال نامہ دیا جن میں درج کلمات پر اتفاق نہیں ہے البتہ اور لکھے ہوئے جملہ میں میری نیت طلاق دینے کی تھی، اِس لئے میں نے رُجوع بھی کیا تھا، لہٰذا اُس میں نمبر ایک والی بات درست ہے جب کہ نمبر ۲ اور نمبر ۳ والی بات مجھ پر بہتان ہے، اگر سچ ہے، تو اِس کا ثبوت دیں لیکن وہ ثبوت نہیں لا سکتے اور اب عرض یہ ہے کہ اِس غلط اور من گھڑت سوال کی بناء پر وہ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ میری بیوی میرے نکاح سے نکل گئی ہے حالانکہ اُن کا بیان سراسر الزام اور تہمت ہے، کیا جھوٹی تہمت لگانے سے نکاح ختم ہو سکتا ہے، اگر نہیں تو اُس سوال وجواب کا کیا کیا جائے جس میں نکاح کا ختم ہونا مذکور ہے؟

اور سُسر کا سُوالنامہ مندرجہ ذیل ہے:

مسئلہ یہ ہے کہ:

(۱) میرے داماد نے میری بیٹی سے کہا کہ "میں تمھیں ابھی طلاق دے رہا ہوں" پھر کلمہ پڑھنے لگا تو میری بیٹی نے کہا کہ رُکو! میں اپنے والدین کو بلا لوں۔ اِس جملے کے کہنے سے کیا طلاق ہو گئی؟ یہ واقعہ مؤرخہ 23 اپریل 2013ء کو پیش آیا۔

اِس کے بعد

(۲) دوسری دفعہ 2 یا 3 مئی 2013ء کو اُس نے میری بیٹی کو باقاعدہ ایک مرتبہ کہا کہ "میں تمھیں طلاق دیتا ہوں"۔

اِس کے بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ

(۳) میرے داماد نے میری بیٹی کو کہا کہ "میں خود کو اسلام سے خارج کر رہا ہوں، اِس طرح ہمارا نکاح رہا ہی نہیں اور تم آزاد ہو اور طلاق یا خُلع کا سوال رہا ہی نہیں" اِس جملے سے کیا طلاق واقع ہو گئی؟ لہٰذا شرعی جواب عنایت فرمائیے۔

(سائل: محمد زوہیب، موسیٰ لین، کراچی)

باِسمه تعالیٰ و تقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں سائل مسمّیٰ محمد زوہیب ولد محمد یعقوب طلاق بائن سے انکاری ہے اور ایک طلاقِ رجعی کا اقرار کرتا ہے، جب کہ اُن کا سسر مسمّیٰ محمد اقبال ولد عبد الستار طلاقِ بائن کا مدّعی (دعویٰ کرنے والا) ہے۔ شریعتِ مطہرہ نے ایسے مسائل کے حل کے لئے ایک قاعدہ مقرر کیا ہے وہ یہ ہے کہ پہلے مدّعی اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کرے، اگر وہ گواہ پیش کر دے اور گواہوں کی گواہی شرعاً قبول کر لی گئی، تو مدّعی کو اپنے دعویٰ میں سچا مانا جائے گا، اگرچہ مُدّعیٰ علیہ (جس پر دعویٰ کیا گیا) اُس سے انکاری رہے اور اگر مدّعی اپنے دعویٰ پر گواہ نہ لا سکا یا شرعاً گواہوں کی گواہی ردّ کر دی گئی، تو مُدّعیٰ علیہ پر قسم لازم آئے گی اور قسم کے ساتھ مدّعیٰ علیہ کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔

چنانچہ اللہ عزّوجلّ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿وَ اسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ﴾ [1]

ترجمہ: اور دو گواہ کر لو اپنے مردوں میں سے پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک

[1] البقرۃ: ۲/ ۲۸۲

مرد اور دو عورتیں۔ (کنزالایمان)

اور امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضیٰ بِالیَمِینِ عَلَی الْمُدَّعیٰ عَلَیْهِ. ❶

یعنی: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مدّعیٰ علیہ پر قسم کھانے کا فیصلہ فرمایا۔

اور امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اَلْیَمِینُ عَلَی المدّعیٰ عَلَیْهِ. ❷

یعنی: قسم مدّعیٰ علیہ پر ہے۔

اِسی طرح امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند سے حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى أَنَّ اليَمِينَ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ. ❸

یعنی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ مدعی پر گواہ ہیں

---

❶ صحيح البخاری، کتاب الشهادات، باب اليمين على المدّعى عليه فی الأموال والحدود، برقم الحديث: ٢٦٦٨، ٢/ ١٧٧

❷ صحيح مسلم، کتاب الأقضية، باب اليمين على المدّعى عليه، ٣/ ١٣٣٦، برقم الحديث: ١٧١١

❸ سُنن الترمذی، کتاب الأحكام عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء فی أن البينة على المدّعی واليمين على المدعى عليه، ٢/ ٣٣٧، برقم الحديث: ١٣٤٢

اور مدعی علیہ پر قسم ہے۔

اور امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: "اَلبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَ الْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ أَنْکَرَ" ❶

یعنی،: گواہ مُدعی کے ذمہ ہیں اور قسم اُس کے ذمہ ہے جو انکار کرے۔

اور علامہ ابو الحسن نور الدین علی بن سلطان محمد قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: جَمِیعُ الْبَیِّنَاتِ فِي جَانِبِ الْمُدَّعِي وَجَمِیعُ الْأَیْمَانِ فِي جَانِبِ الْمُنْکِرِ وَهٰذَا هُوَ التَّحْقِیقُ. ❷

یعنی: گواہیاں مدعی کی جانب سے ہیں اور قسمیں منکر کی جانب سے ہیں، یہی تحقیق ہے۔

اور اِس مسئلہ میں جب مدعیٰ علیہ طلاق بائن سے انکاری ہے تو مدعی پر لازم ہے کہ وہ اپنے دعویٰ پر دو عادِل مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں بطورِ گواہ پیش کرے اور اگر گواہ پیش کرنے سے عاجز رہے تو مدعیٰ علیہ یعنی محمد زوہیب پر قسم لازم آئے گی، اگر وہ قسم اٹھالے تو عورت بدستور اُس کی بیوی رہے گی اور آئندہ اُسے صرف دو طلاق کا حق رہے گا؛ کیونکہ وہ ایک طلاق دے چکا ہے جس کا وہ اقراری بھی ہے۔

---

❶ السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الدعویٰ والبیّنات، باب البینة علی المدعی والیمین علی المدعیٰ علیه، ۱۰/ ۴۲۷، برقم الحدیث: ۲۱۲۰۱

❷ مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضیة والشهادة، تحت قوله: البیّنة علی المدّعی... إلخ، ۶/ ۲۴۴۳

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ﴾ (1)

ترجمہ: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ (کنز الایمان)

اور اپنے آپ کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے والی بات کو ثابت کرنے کے لئے اِس کے شرعی تقاضے پورے کرنے ضروری ہیں اور یہاں شوہر اِس سے انکاری ہے، اُس کا کہنا ہے کہ اُس سے اِس قسم کی کوئی بات صادر ہی نہیں ہوئی، ہاں اگر کی ہوتی تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا۔

چنانچہ علّامہ امام برہان الدین ابو المعالی محمود بن صدر الشریعہ ابنِ مازہ بخاری حنفی متوفی ٦١٦ھ (2) اور علّامہ عالم بن علا انصاری دہلوی حنفی متوفی ٧٨٦ھ (3) اور اُن کے حوالے سے علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ١٠٩٢ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت (4) نے لکھا ہے: مَن یرضیٰ بکفر نفسه فقد کفر.... کذافی "التتارخانیة" (واللفظ للثانی)

یعنی: جو مسلمان شخص اپنی ذات پر کفر پر راضی ہو، تو اُس نے کفر کرلیا، اِسی

---

(1) البقرہ: ٢/ ٢٢٩

(2) المحیط البرھانی، کتاب السیر، الفصل الثانی والأربعون فی مسألة المرتدین و أحکامھم، النوع الأول فی إجراء کلمة الکفر... إلخ، ٧/ ٣٩٨، برقم المسئلة: ٩١٨٣

(3) الفتاوی التاتارخانیة، کتاب أحکام المرتدین، الفصل الأول فی إجراء کلمة الکفر... إلخ، ٧/ ٢٨٣

(4) الفتاوی الهندیة، کتاب السیر، باب التاسع فی أحکام المرتدین، ٢/ ٢٥٧

طرح "التتارخانية" میں ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الثلثاء، ٢٩ جمادى الأولى ١٤٣٥ هـ، يكم إبريل ٢٠١٤ م JIA-1218

شوہر طلاق کا اقرار کرے تو نکاح کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ محمد رضوان بن عبد الرزّاق نے اپنی بیوی آسیہ بنت محمد امین کو فون پر تین طلاقیں دیں جب کہ اُس کی بیوی آسیہ کا کہنا ہے کہ میں نے نہیں سنا۔ محمد رضوان سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اُس نے تین طلاقیں دی ہیں اور وہ اِس بات کا اقرار بھی کرتا ہے کہ میں نے اپنے ہوش وحواس میں تین طلاقیں دی ہیں۔ اِس صُورت میں کیا اُن کا نکاح باقی رہے گا اور کیا طلاق کے الفاظ لڑکی کو سننا ضروری ہیں؟

(سائل: محمد رفیق گوڈیل، دھوراجی کالونی، کراچی)

باسمه تعالىٰ و تقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں بر تقدیرِ صدقِ سائل تین طلاقیں مُغلّظہ واقع ہو گئیں اِس لئے کہ طلاق دینے والا بحالتِ ہوش و حواس تین طلاق دینے کا اقرار کر رہا ہے۔

چنانچہ علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

ولَو أقرّ بالطّلاق كاذبًا أو هازلًا وقع قضاءً لا ديانةً. [1]

یعنی، اگر کوئی جھوٹ یا مذاق میں طلاق کا اقرار کرے تو قضاءً طلاق واقع

---

[1] ردّالمحتار على الدّر المختار، كتاب الطّلاق، مطلب في الاكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق، تحت قوله: لا إقراره بالطلاق، ٤٢٨/٤

ہو جائے گی نہ کہ دیانۃً۔

اور وُقوعِ طلاق کے لئے صرف طلاق دینے والے کا طلاق دینے کا اہل ہونا ضروری ہے اور جو مسلمان عاقل بالغ ہو وہ طلاق دینے کا اہل ہے جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے۔

چنانچہ علامہ برہان الدین علی بن ابو بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ویقع طلاقُ کلّ زوجٍ إذا کان عاقلًا بالغًاولا یَقع طلاق الصبِيِ والمجنون والنّائم لقوله علیه الصّلاة والسّلام:"کُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ إلَّا طَلَاقَ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ"❶

(صاحب درایہ علّامہ عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ میں نے اِس حدیث کو نہیں پایا❷ البتہ اِس سے ملتی جُلتی حدیث کُتبِ حدیث میں ملتی ہے جس میں "طَلَاقُ الْمعتُوہ" کے الفاظ ہیں، اِسے امام ترمذی، امام عبد الرزاق، امام ابن ابی شیبہ، امام طحاوی وغیر ھم نے حضرت ابوہریرہ اور حضرتِ مولیٰ علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔)

یعنی، ہر شوہر کی طلاق واقع ہو جاتی ہے جبکہ وہ عاقل وبالغ ہو اور بچے، مجنون اور سوئے ہوئے کی طلاق واقع نہ ہو گی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "ہر طلاق واقع ہے مگر بچے اور مجنون کی"۔

---

❶ الهداية شرح بداية المبتدي، كتاب الطّلاق، باب طلاق السنة، ١/ ٢٦٤

❷ كما في الدّراية في تخريج أحاديث الهداية، كتاب الطّلاق، برقم: ٥٦٦، ٢/ ٦٩

اور وُقوعِ طلاق کے لئے عورت کا سننا شرط نہیں جبکہ شوہر اپنی زبان سے الفاظِ طلاق ایسی آواز سے کہے جو اُس کے کان تک پہنچنے کے قابل ہوں۔

چنانچہ علّامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: و أدنَى الجهر إسماعُ غيره و أدنى المخافتة إسماعُ نفسه ويجري ذلك في كُلّ ما يتعلّق بنُطقٍ كتسميةٍ على ذبيحة ووُجوب سجدةِ تلاوةٍ وعَتاقٍ و طلاقٍ واستثناءٍ فلو طلّق أو استثنى ولم يُسمِع نفسَه لم يَصحَّ في الأصحّ. ملخّصًا (1)

یعنی، کم از کم جہریہ ہے کہ دوسرا سُنے اور کم از کم سِرّیہ ہے کہ خود سُن سکے اور یہ قاعدہ اُن تمام معاملات میں جاری ہو گا جن کا تعلُّق نُطق (یعنی کلام) سے ہو جیسے ذبیحہ پر بسم اللہ، آیتِ سجدہ کی تلاوت پر سجدہ کاوُجوب، غلام آزاد کرنا، طلاق دینا اور کلام میں کوئی استثناء کرنا، لہٰذا اگر طلاق دی یا استثناء کیا اور خود نہ سنا تو اصح مذہب پر طلاق اور استثناء صحیح نہ ہو گا۔

اور امامِ اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: طلاق کے لئے زوجہ کا سُننا ضرور نہیں۔ (2)

لہٰذا تین طلاقیں واقع ہو گئیں اور مذکورہ عورت اپنے اُس شوہر پر حُرمتِ

---

(1) الدّر المختارشرح تنوير الأبصار ،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،فصل:ويجهر الإمام...إلخ،ص ٧٤

(2) فتاویٰ رضویہ، کتاب الطلاق، ۱۲/ ۳۶۲

مُغلّظ کے ساتھ حرام ہو گئی۔ اب نہ رُجوع ہو سکتا ہے اور نہ حلالہ شرعیہ کے بغیر دوبارہ نکاح۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ 1

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اُسے دی تو اب وہ عورت اُسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (کنزالایمان)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۲۹/ شوال المکرم، ۱۴۲۳ھ - ۳/ جنوری، ۲۰۰۳م JIA-395

پگڑی کی دکان اور مکان کی خرید و فروخت کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ بطورِ پگڑی دُکان و مکان کی خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟

(سائل: عبد الکریم، بلدیہ ٹاؤن، کراچی)

باسمه تعالیٰ و تقدس الجواب: پگڑی کے نام پر مکان و دکان وغیر ہُما کا لین دین شرعاً بیع (تجارت) نہیں ہے؛ کیونکہ شریعت میں بیع (خرید و فروخت) مال کے بدلے مال لینے کو کہتے ہیں۔

چنانچہ امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں: هُو مبادلةُ المالِ بالمال بالتراضی. 2

---

1 البقرة: ۲/ ۲۳۱

2 کنز الدقائق، کتاب البیوع، ص ۴۰۶

یعنی، باہمی رضامندی کے ساتھ مال کو مال سے بدل لینا"بیع" ہے۔

اور علّامہ عبد اللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں: وفی الشّرع: مُبادلة المال المتقوّم بالمال المتقوّم. ❶

یعنی، شرع میں مالِ متقوّم کو مالِ متقوّم سے بدلنا"بیع" کہلاتا ہے۔

لہٰذا یہ معاملہ بیع ہر گز نہیں ہو سکتا؛ کیونکہ یہ مُبادلۃُ المال بالمال (مال کا مال کے ذریعے تبادلہ) نہیں ہے کہ اِس میں پگڑی کے طور رقم دینے والا، اُس مکان یا دکان کا مالک نہیں ہوتا بلکہ اُس میں ایک طرف سے مال ہوتا ہے دوسری طرف سے منافع، تو وہ"اجارہ"ہے نہ کہ بیع۔

چنانچہ علّامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: الإجارة عقدٌعلی المنافِع بعوضٍ هومال وتمليك المنافع بعوضٍ هوإجارة. ❷

یعنی، اجارہ، وہ منافع پر مال کے عوض میں عقد کرنا ہے اور منافع کا کسی عوض کے بدلے مالک بنانا"اجارہ"ہے۔

اور علّامہ موصلی لکھتے ہیں: فإن وُجد تمليكُ المالِ بالمنافعِ فهو إجارةٌ أو نكاحٌ. ❸

یعنی، اگر مال کی تملیک منافع کے عوض پائی جائے تو وہ"اجارہ"یا"نکاح"

---

❶ كتاب الإختيار لتعليل المختار، كتاب البيوع، ١/ ٢/ ٣

❷ مُختارات النّوازل، كتاب الإجارة، ص ٥٤٠

❸ كتاب الاختيار لتعليل المختار، كتاب البيوع، ١/ ٢/ ٣

ہے۔

اور علامہ نسفی لکھتے ہیں: وهِي بيعُ منفعةٍ معلومةٍ بأجرٍ معلومٍ. ❶

یعنی، اور "اجارہ"، معلوم منفعت کو معلوم اُجرت کے عوض بیچنا ہے۔

اور اِس (پگڑی کے معاملے) میں مکان یا دوکان لینے والا ماہانہ کرایہ، مکان یادوکان دینے والے کو ادا کرتا ہے تو یہ اجارہ ہے اور پھر مالک جو بھاری رقم کرایہ دار سے پگڑی کے نام پر وُصول کرتا ہے وہ اُن منافع کا عوض نہیں ہے جو کرایہ دار اُس مکان یادوکان سے حاصل کرتا ہے؛ کیونکہ اُس نفع کے عوض کو کرایہ دار، مالک کو کرایہ کی صُورت میں اور کرایہ کے نام پر ہر ماہ ادا کرتا ہے۔

اور پگڑی کے نام پر حاصل کی گئی رقم نہ تو ضمانت کے طور پر لی گئی ہے کہ مکان یا دوکان چھوڑنے کے وقت مالک اُس کو واپس کرے اور نہ ہی قرض کے طور پر لی گئی ہے کہ بوقت مطالبہ کرایہ دار کو واپس کیا جائے، لینے والے اُسے قرض سمجھیں یا امانت بہر حال یہ بات تو طے ہے کہ اُن کا اِس رقم کو واپس کرنے کا قطعی طور پر کوئی ارادہ نہیں ہوتا اور نہ ہی مالک واپس کرتا ہے تو ثابت ہو گیا کہ یہ باطل طریقے سے مسلمان کا مال کھانا ہے، جو کہ حرام ہے، جس سے ہمیں قرآنِ کریم میں منع کیا گیا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے: وَلَا تَأْكُلُوٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔

---

❶ كنز الدقائق، كتاب الإجارة، ص ٥٤٣

❶

ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ (کنز الایمان)

اور مفتیِ اعظم پاکستان مفتی محمد وقار الدین قادری حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں: پگڑی پر مکان لینے والا کرایہ دار ہوتا ہے اُس کو پگڑی پر دے کر روپیہ حاصل کرتا ہے تو یہ حرام ہے۔❷

اور مفتی جلال الدین احمد امجدی حنفی متوفی ۱۴۲۲ھ "کرایہ پر مکان لینے کے لئے پگڑی دینا جائز ہے یا نہیں؟" کے جواب میں لکھتے ہیں: کرایہ پر مکان لینے کے لئے کچھ روپیہ کرایہ کے علاوہ پگڑی کے نام پر دینا اور لینا حرام و ناجائز ہے۔ لأنّه لزوم مال مبتدأ فيكُون بطريقِ الرّشوة وهو حرامٌ ،ہاں کرایہ پر مکان لینے کے لئے مالک مکان کے پاس اگر بطورِ ضمانت پہلے کچھ روپیہ جمع کرے تو یہ جائز ہے۔وهو أعلم ❸

اور پھر جب ایک کرایہ دار وہ مکان یا دوکان چھوڑنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ خود دوسرے کرایہ دار کو تلاش کرتا ہے اور نئے کرایہ دار کو پُرانا کرایہ دار وہ مکان کرائے پر دیتا ہے اور اُس کے ساتھ وہی ظلم کرتا ہے جو مالک مکان نے اِس کے ساتھ کیا تھا وہ اِس طرح کہ اُس سے اتنا ہی پیسہ پگڑی کے نام پر وُصول کرتا ہے جتنا کہ اُس

---

❶ البقرۃ: ۲/ ۱۸۸

❷ وقار الفتاویٰ، کتاب الفرائض، ورثاء کے حقوق کا بیان، ۳/ ۴۲۲

❸ فتاویٰ فیض الرسول، اجارہ کا بیان، ۲/ ۴۱۶

نے مالکِ مکان کو دیا تھا یا اِس سے بھی زیادہ لیتا ہے اور یہ ایسے ہے جیسے آپ پر کوئی ظلم کرے اور آپ ظالم کا کچھ بگاڑ نہ سکیں، تو کسی دوسرے پر ظلم کر کے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کر لیں، تو یہ جس طرح اوّل کے لئے حرام و ناجائز تھا اِسی طرح دوسرے کے لئے حرام و ناجائز ہے۔

اور پھر مالکِ مکان کا ظلم پگڑی لینے پر ہی ختم نہیں ہوتا بلکہ جب بھی کرایہ دار تبدیل ہوتا ہے تو رسید تبدیلی کے نام پر مالک مکان پھر رقم لیتا ہے ورنہ کرایہ دار دوسرے کے نام ٹرانسفر نہیں کرتا، یہ بھی ظلم ہے اور اِس نام پر لی گئی رقم اُس کے لئے حرام ہے۔

اور عوام النّاس میں پگڑی کے مکان و دوکان کے لین دین کے لئے خریدنے اور بیچنے کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے جس سے عوام میں یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ یہ بھی ایک مباح تجارت ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے؛ کیونکہ تجارت کی چند شرائط ہیں، اُن میں سے ایک شرط یہ ہے کہ خریدنے والا جب خریدے تو وہ اُس خریدی ہوئی چیز کا مالک ہو جائے، پگڑی میں ایسا نہیں ہوتا کہ جب پہلی بار اپنا مکان پگڑی پر بقول عوام کے بیچتا ہے تو خریدار اُس کا مالک نہیں ہوتا اور یہ بھی شرط ہے کہ بیچنے والا جس چیز کو بیچے وہ اُس کا مالک ہو تاکہ وہ تجارت کے ذریعے دوسرے کو مالک بنا سکے اور یہاں دوسرا جب اُس مکان کو آگے پگڑی پر دیتا ہے (بقول عوام کے بیچتا ہے) تو وہ خود اُس کا مالک نہیں تو ایسی چیز کو بیچنا جس کا بیچنے والا خود مالک نہ ہو اُس چیز کو آگے بیچنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ اور اِس معاملے کو خرید و فروخت کا نام دینا عبث ہے؛ کیونکہ بیع کا حکم یہ ہے کہ اُس معاملہ سے خریدنے والا اِس چیز کا مالک ہو جائے اور اُس معاملے میں مالک ہونے کا

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ عدمِ تملیک و تملّک کے کثیر شواہد موجود ہیں جیسے ماہانہ کرایہ وصول کرنا، دوسرے کو مکان دینے کی صورت میں تبدیلیِ رسید کے نام پر مالک کا پیسہ لینا وغیرہما۔

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

۱/ شعبان المعظم، ۱٤۲٦ھ۔ ٦/ ستمبر، ۲۰۰۵م JIA-673

بہن اور بھتیجوں میں تقسیمِ وراثت

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ میری خالہ کا انتقال ہوگیا ہے اُن کے ترکہ میں کچھ نقد رقم، سونا، گھریلو اشیاء، کپڑے، کھانے پینے کا کچھ سامان، فریزر، ٹی وی وغیرہ وغیرہ ہیں۔ میری خالہ کی کوئی اولاد نہیں ہے ورثاء میں اُن کی ایک بہن زندہ ہے، اُن کی بھی کوئی اولاد نہیں ہے، ایک بہن کا انتقال ہوچکا ہے جن کے بیٹے ہیں اور اُن کے دو بھائی تھے، جو انتقال کرگئے ہیں اور اُن کی اولاد میں بیٹے اور بیٹیاں حیات ہیں۔ مرحومہ نے انتقال سے پہلے زبانی وصیّت کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد تدفین، سوئم اور ایصالِ ثواب کی جتنی مجلسیں ہوں وہ میری رقم سے کی جائیں۔ عرض ہے کہ اِس سلسلے میں وراثت کی تقسیم میں تحریری رہنمائی کی جائے۔ (سائل: محمد سلیم برکاتی، کھارادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں برتقدیرِ صدق سائل وانحصارِ ورثاء در مذکورین مرحومہ کی تجہیز و تکفین یعنی کفن، دفن کا خرچ نکالنے کے بعد کسی کا کوئی قرض ہو تو وہ ادا کیا جائے گا پھر جو بچے اُس کے تین حصے کرکے ایک حصہ میں سے وصیّت کو جاری کیا جائے گا۔

نفاذِ وصیّت کے بعد جو بچے اُس کا آدھا مرحومہ کی بہن کو ملے گا اور اس کی دلیل قرآنِ کریم کی یہ آیت ہے: وَلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ. ❶

ترجمہ، اور اُس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اُس کی بہن کا آدھا ہے۔ (کنزالایمان)

اور باقی آدھا مرحومہ کے بھتیجوں کو بطورِ عصبہ ملے گا۔

چنانچہ امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أَلْحِقُوا الفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ. ❷

یعنی، ذوی الفُروض کو اُن کے مقررہ حصّے دو جو باقی بچے وہ قریبی مرد کے لئے ہے۔

یہاں قریبی مَرد سے مُراد عصبہ ہے اور عصبہ وہ رشتہ دار ہوتا ہے جو ذوی الفروض سے بچ جانے والا مال لینے کا حقدار ہو۔

چنانچہ علّامہ زین الدین محمد بن ابو بکر رازی حنفی متوفی ۶۶۷ھ لکھتے ہیں: وَالعصبة: يَأْخذكلّ المال عندعدم صاحب الفرض ومَابقى بعدالفَرض مع وُجودصاحِب الفرض. ❸

❶ النسآء: ٤ / ١٧٦

❷ الصحيح البخارى، كتاب الفرائض، باب ميراث الولد من أبيه وأمه، برقم: ٦٧٣٢، ٤/ ٢٦٥-٢٦٦

❸ تحفة الملوك، كتاب الفرائض، باب العصبة، ص ٢٣٧

یعنی، عصبہ وہ ہے جو ذوالفروض کے نہ ہونے کے وقت تمام مال لے اور ذوالفرض ہونے کی صُورت میں اُس کے بعد بقیہ مال لے۔

اور بھتیجیوں کو کچھ نہیں ملے گا؛ کیونکہ وہ عورت جس کا حصّہ مقرر نہ ہو لیکن اُس کا بھائی عصبہ بن رہا ہو، تو وہ عورت اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ نہیں بنے گی، لہٰذا اُسے حصہ نہیں ملے گا۔

چنانچہ علّامہ سراج الدین محمد بن عبد الرشید سجاوندی حنفی متوفی ۶۰۰ھ [1] اور اُن کے حوالے سے علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ [2] لکھتے ہیں: مَن لا فرضَ لها مِن الإناث وأخوها عصبةٌ لا تصِير عصبةً بأخيها كالعمّ والعمّة المال كُلّه للعمّ دون العمّة.

یعنی، عورتوں میں سے جس عورت کا حصّہ مقرر نہیں ہے اور اُس کا بھائی عصبہ ہے وہ اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ نہیں ہوگی جیسے چچا اور پھوپھی ہے تو سارا مال چچا کے لئے ہوگا نہ کہ پھوپھی کے لئے۔

اور مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد وقار الدین حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں: وہ عورتیں جن کا فرض حصّہ نہیں ہے مگر اُن کا بھائی عصبہ ہے وہ اپنے بھائی کے ساتھ

---

[1] السراجية، باب العصبات، ص ۳۵

[2] ردّ المحتار على الدّر المختار، كتاب الفرائض، فصل في العصبات، تحت قوله: ذوات النصف والثلثين، ۱۰/ ۵۵۲

عصبہ نہیں ہوں گی۔ کیونکہ قرآن کریم میں صرف بیٹیوں اور بہنوں کو ہی اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ قرار دیا گیا ہے۔[1]

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۳۰/ رمضان المبارك، ۱٤۳۱ھ - ۱۰/ سبتمبر، ۲۰۱۰م 661-F

وراثت سے بالکلیہ دستبردار ہونے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ زید نے کہا کہ "مجھے وراثت میں سے کچھ نہیں چاہئے" تو اِس طرح کہنے سے اُس کا حق وراثت باقی رہے گا یا ختم ہو جائے گا؟ (سائل: محمد عباس رسالوی، عثمان آباد، کراچی)

باسمه تعالیٰ و تقدّس الجواب: اِس طرح کہنے سے زید کا حق ساقط نہ ہو گا۔

چنانچہ علّامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: لَو قَال الوارثُ تركتُ حقّی لم يَبطلْ حقُّه إذ الملكُ لا يبطلُ بالتّرك.[2]

یعنی، اگر وارث نے کہا کہ میں نے اپنا حق چھوڑ دیا ہے تو اُس کا حق باطل نہ ہو گا؛ کیونکہ ملکیت چھوڑ دینے سے باطل نہیں ہوتی۔

اور اس کے تحت علّامہ ابو العباس شہاب الدین احمد بن محمد مکی حسینی حموی

---

[1] بہار شریعت، عصبات کا بیان، ۳/ ۲۰/ ۱۱۳۲

[2] الأشباه والنظائر، الفنّ الثالث: الجمع والفرق، ما يقبل الإسقاط من الحقوق وَما لَا يقبله، ص ۳۱٦

حنفی متوفی ۱۰۹۸ھ لکھتے ہیں: ضَابطه أنّه إن كَان ملكاً لازماً لم يبطُل بذٰلك كما لَو مات عن ابنَين فقَال أحدهما: تركت نصيبي مِن الميراث لم يَبطل لأنّه لَازم لا يترُك بالترْك. ❶

یعنی، ضابطہ یہ ہے کہ اگر ملکِ لازم ہو، تواِس سے باطل نہیں ہوتی جیسا کہ اگر کوئی شخص دو بیٹے چھوڑ کر مَر جائے اُن میں سے ایک کہے کہ میں نے اپناوراثت کا حصّہ چھوڑا، تووہ باطل نہیں ہو گا؛ کیونکہ وہ حصّہ لازم ہے چھوڑنے سے چھوٹتا نہیں۔

اور علّامہ ابوالولید احمد بن محمد شحنہ حلبی حنفی متوفی ۸۸۲ھ ❷ اور علّامہ محمد علاؤ الدین آفندی حنفی متوفی ۱۳۰۶ھ ❸ لکھتے ہیں: لو قالَ: تركتُ حقّي من الميراث أو برِئتُ منها ومن حصّتِي لا يصحّ وهُو على حقّه لأنّ الإرث جبرِيٌ لا يصحّ تركُه (واللّفظ لكليهما).

یعنی، اگر کسی نے کہا: میں نے وراثت سے اپنا حق چھوڑا یاوراثت کے حق اور اپنے حصّہ سے بَری ہوا تو یہ درست نہیں ہے اوروہ اُس کا حق ہے؛ کیونکہ وراثت جبری ہے اس سے دستبردار ہونادرست نہیں ہے۔

---

❶ غمزعُيون البصائرفی شرح الأشباه والنّظائر، الفنّ الثالث: الجمع و الفرق، تحت قوله: ما يقبل الإسقاط من الحقوق وما لا يقبله، ۳/ ۳۵٤

❷ لِسان الحكّام فی معرفة الأحكام، الفصل الثانی فی أنواع الدعاوی والبیّنات، ۱/ ۲۳٦

❸ قُرّة عُيون الأخيار تكمِلة ردّ المحتار، كتاب الدعوىٰ، باب دعوىٰ النسب، تحت قوله: التناقُض فی موضع الخفاء عفو، ۱۲/ ۱۱۰

اور امامِ اہلسنت امام احمد رضا حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: حقِ میراث حکمِ شرع ہے کہ ربّ العالمین تبارک وتعالیٰ نے مقرر فرمایا کسی کے ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہو سکتا اور وجہ اِس کی ظاہر ہے کہ بیٹا مثلاً اپنے باپ کا اِس لئے وارث ہوتا ہے کہ یہ اُس کا بیٹا ہے تو جس طرح یہ اپنے بیٹے ہونے کو نہیں مٹا سکتا یونہی اپنے حقِ میراث کو نہیں ساقط کر سکتا، پس ترکۂ متوفی سے دستبردار ہونا ہرگز معتبر نہیں اور وہ اِس وجہ سے زُنہار کالعدم نہیں ہو سکتا اگر لاکھ باردستبرداری کرلے شرعِ تسلیم نہ فرمائے گی اور اُسے اُس کے حصّہ کا مالک ٹھہرائے گی ہاں اگر اُسے لینا منظور نہیں تو یُوں کرے کہ لے کر جسے چاہے ہبہ کامل کردے اور جو مال قابل تقسیم ہو اسے منقسم کر کے قبضہ دلادے اُس وقت البتہ اِس کا حق منتقل ہو جائے گا ورنہ مجرد دستبرداری کچھ بکارآمد نہیں (فائدہ مند نہیں)۔ (1)

اور ایک مقام پر امامِ اہلسنّت لکھتے ہیں: اگر وارث صراحۃً کہہ دے کہ میں نے اپنا حصّہ چھوڑ دیا جب بھی اُس کی مِلک زائل نہ ہو گی۔ (2)

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اِس طرح کہنے سے زید کا حقِ وراثت سے ختم نہیں ہو گا، بلکہ باقی رہے گا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۷/ ذو القعدۃ، ۱۴۲۳ھ - ۹/ فروری، ۲۰۰۳م JIA-407

---

(1) فتاویٰ رضویہ، کتاب الفرائض، ۲۶/ ۱۳۳

(2) فتاویٰ رضویہ، کتاب الفرائض، ۲۶/ ۱۱۳

والدہ، بیوہ اور اولاد کے مابین تقسیمِ ترکہ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ پچھلے سال میرے شوہر کا انتقال ہوا، اُن کے وُرثاء میں ایک بیوہ، والدہ، ایک بیٹا بلال جس کی عمر سات سال اور بیٹی اُمِّ ہانی جس کی عمر ساڑھے آٹھ سال ہے، شامل ہیں، میرے شوہر ایک دوکان میں کاروبار کرتے تھے، دوکان اُن کی والدہ کی تھی جبکہ اُس میں کاروبار اور اُس میں لگا ہوا کُل پیسہ اُن کا اپنا تھا، جس میں کوئی شریک نہ تھا، میرے شوہر کے وصال کے بعد اُن کا کاروبار اُن کے بھائیوں نے سنبھالا اور دس ماہ تک اُنہوں نے ماہانہ دس ہزار (=/10,000) بھیجے اور اَب تین ماہ سے ماہانہ روپیہ بھیجنا بند کر دیا ہے جبکہ میرے شوہر کے کاروبار میں لگی ہوئی رقم (=/6,61,450) اور مشینوں کی لگی ہوئی رقم اِس کے علاوہ ہے، وہ (=/3,62,250) ہے اور یہ رقم مرحوم کے مندرجہ بالا ورثاء میں قرآن وسنت کی روشنی میں کس طرح تقسیم ہو گی؟ جزاك الله خيراً۔ (سائلہ: سلمٰی عطاریہ، کراچی)

باسمه تعالیٰ و تقدّس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں بر تقدیر صدقِ سائل وانحصارِ ورثاء در مذکورین بعد اُمور ثلاثہ متقدمہ علی الارث بحسبِ شرائطِ فرائض مرحوم کی کُل جائیدادِ منقولہ وغیر منقولہ بہتّر (۷۲) سہام پر تقسیم ہو گی، جس میں سے بیوہ سلمٰی کو آٹھواں حصہ یعنی نو حصّے ملیں گے۔

چنانچہ قُرآنِ کریم میں اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے: فَاِنۡ كَانَ لَكُمۡ وَلَدٌ

فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم۔ ❶

ترجمہ: پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو اُن کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں۔
(کنز الایمان)

اور والدہ کو چھٹا حصّہ یعنی بارہ حصّے ملیں گے۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: وَ لِاَبَوَیْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ۔ ❷

ترجمہ، اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اُس کے ترکہ سے چھٹا اگر میت کے اولاد ہو۔ (کنز الایمان)

اِسی بنا پر فقہائے کرام نے بھی والدہ کے لئے چھٹا حصّہ کُتُبِ فقہ میں بیان کیا ہے۔

چنانچہ علّامہ زین الدّین محمد بن ابو بکر رازی حنفی متوفی ۶۶۷ھ لکھتے ہیں:
وَالأمّ لها السّدُس مع الولَد و ولَد الابن. ❸

یعنی: ماں کے لئے بیٹے یا پوتے کی موجودگی میں چھٹا حصّہ ہے۔

ماں اور بیوہ کا حصّہ دینے کے بعد باقی اِکاون حصّوں میں سے چونتیس حصّے بیٹے بلال کو اور سترہ حصّے بیٹی اُمِّ ہانی کو ملیں گے؛ کیونکہ بیٹے کا حصّہ بیٹی کی بنسبت دُگنا ہوتا ہے۔

---

❶ النسآء: ٤/ ١٢
❷ النساء: ٤/ ١١
❸ تحفة الملوك، كتاب الفرائض، أحوال الأمّ في الفريضة، ص٢٤٨

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: یُوۡصِیۡکُمُ اللّٰہُ فِیۡۤ اَوۡلَادِکُمۡ لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ۔❶

ترجمہ: اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر۔ (کنز الایمان)

یعنی، کُل جائیداد بہتّر سہام پر منقسم ہو کر اُن میں سے بارہ حصّے والدہ کو، نو حصّے بیوہ سلمٰی کو، چونتیس حصّے بیٹے بلال کو اور سترہ حصّے بیٹی اُمّ ہانی کو دیئے جائیں گے۔

وصُورۃ المسئلۃ ھکذا: ۲۴×۳=۷۲

المیـــت

بیوہ	والدہ	بیٹا	بیٹی
۹	۱۲	۳۴	۱۷

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۲۸/ شعبان، ۱٤۲٦ھ-۳/ سبتمبر، ۲۰۰۵م JIA-674

دو بیٹوں اور دو بیٹیوں میں تقسیم ترکہ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ ایک خاتون کا انتقال ہو گیا، مرحومہ نے اپنے پیچھے دو بھائی اور دو بہنیں چھوڑی ہیں، اُن کے علاوہ مرحومہ کا کوئی وارث نہیں ہے ترکہ کی شرعی تقسیم کیا ہو گی؟

(سائل: از طرف محمد رئیس قادری، کراچی)

❶ النسآء: ٤/ ١١

باسمہ تعالیٰ و تقدّس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں برتقدیرِ صدقِ سائل وانحصارِ ورثاء در مذکورین بعد اُمور ثلاثہ متقدّمہ علی الإرث بحسب شرائطِ فرائض، مرحومہ کی کُل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ چھ حصّوں پر تقسیم ہوگی، جس میں سے دو، دو حصّے دونوں بھائیوں کو اور ایک، ایک حصّہ دونوں بہنوں کو ملے گا۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: وَ اِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ۔ [1]

ترجمہ، اور اگر بھائی بہن ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصّہ دو عورتوں کے برابر۔ (کنزالایمان)

اِسی بناپر حضرت امام مظفّر الدین ابوالعبّاس احمد بن علی ابنِ ساعاتی حنفی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں: (وَ يصير عصبةبغيره: البنات بِالابن وبنات الابن بابن الابن وَالأخوات لأبوَين بِأخيهم وَالأخوات لأبٍ بأخيهم) هٰذابيان النّوع الثّانى منَ العصَبات النّسبية وهُوالعصبة بغيره وهنّ أربعٌ من النّساءيصِرن عصبَةبأخوتِهن،فَالبنات يصرنَ عصبة بِالابن وبنات الابْن بِابن الابن. [2]

یعنی، اور عصبہ بغیرہ (چار قسم کی عورتیں ہوتی ہیں): بیٹیاں، بیٹوں کے ساتھ اور پوتیاں، پوتوں کے ساتھ اور سگی بہنیں، سگے بھائیوں کے ساتھ اور باپ شریک بہنیں اپنے بھائیوں کے ساتھ۔ یہ عصبہ نسبی کی دوسری قسم کا بیان ہے اور وہ عصبہ بغیرہ

---

[1] النسآء: ٤/ ١١

[2] شرح مجمع البحرين وملتقى النيّرين، كتاب الفرائض، باب العصبة، ١٠/ ١٠١

ہے یہ چار قسم کی عورتیں ہوتی ہیں جو کہ بھائیوں کے ساتھ عصبہ بنتی ہیں لہذا بیٹیاں ،بیٹوں کے ساتھ اور پوتیاں، پوتوں کے ساتھ عصبہ بنتی ہیں۔

صُورۃ المسئلۃ ھٰکذا

المسئلۃ من:٦

المیـــــــــــــــــــــــــــــــت

بھائی	بھائی	بہن	بہن
٢	٢	١	١

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٢/ صفر المظفر، ١٤٢٤ھ - ٥/ ابریل، ٢٠٠٣م JIA-424

ماموں زاد بھائی بہنوں میں تقسیمِ ترکہ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھی اور جس کے ماں باپ کا پہلے ہی انتقال ہوچکا ہے، فوت ہوگئی۔

ورثاء میں اُس خاتون نے کچھ رقم اور ایک مکان (جس میں آخر تک وہ تنہا رہتی تھی) چھوڑا ہے۔ بوقتِ وصال اُس نے زبانی اپنی ایک عزیزہ کو وصیت کی کہ انتقال کے بعد یہ رقم مسجد اور مدرسے میں دے دی جائے جبکہ مکان بھی مدرسے کیلئے وقف کردیا جائے۔

اُس وقت ورثاء میں تین ممانیاں جس کے بالترتیب ایک لڑکا، دو لڑکیاں، دوسری ممانی کے دو لڑکے اور تیسری ممانی کی ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے۔

براہِ کرم حکمِ شرع بتائیے:

۱۔ آیا وصیت پر عمل کیا جائے گا؟ یا

۲۔ ورثہ میں تقسیم ہو گا، اگر ہو گا تو کس تناسب سے؟

(سائل: عبد الرزاق احمد، کراچی)

باسمه تعالیٰ و تقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں برتقدیرِ صدقِ سائل وانحصارِ ورثاء در مذکورین، مرحومہ کے کفن دفن کے تمام اخراجات نکالنے اور اگر مرحومہ کے ذمّہ قرض ہو تو اس کی ادائیگی کے بعد اگر دو عادل مَردوں یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی گواہی سے مرحومہ کا وصیت کرنا ثابت ہو جائے یا وصیّت کے عدمِ ثبوت کی صُورت میں تمام ورثاء عاقل بالغ ہوں اور وصیت کا اعتبار کریں تو کُل ترکہ کے ایک تہائی سے وصیت کو نافذ کیا جائے گا۔ باقی رہا کُل مکان اور رقم کی وصیت کا مسئلہ تو اِس کا حکم یہ ہے کہ اگر تمام ورثاء موجود ہوں اور عاقل بالغ ہوں اور وہ سب کُل یا تہائی سے زیادہ کی وصیت پر عمل کی اجازت دیں تو کُل یا تہائی سے زیادہ میں بھی وصیت جاری ہو سکتی ہے۔

چنانچہ علّامہ بُرہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ [1] اور اُن سے نقل کرتے ہوئے علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت [2] نے لکھا ہے: ولا یجوز بما زادَ علی الثّلث إلّا أن یُجیزه الورثةُ

---

[1] الهداية شرح بداية المبتدی، كتاب الوصايا، ٤/ ٢/ ٥١٤-٥١٥

[2] الفتاوی الهندية، كتاب الوصايا، الباب الأوّل فی تفسير الوصية...إلخ، ٦/ ٩٠

بعد موتِه وهُم كِبار-

یعنی، وصیت ایک تہائی سے زائد میں جائز نہیں مگر یہ کہ وصیت کرنے والے کے مرنے کے بعد ورثاء اُسے جائز رکھیں اور وہ سب کے سب بالغ ہوں۔

کیونکہ ایک تہائی سے زائد میں وصیت کا نفاذ ورثاء کے حق کی وجہ سے ممنوع ہے اور اگر وہ سب کے سب موجود اور بالغ ہوں اور وہ اجازت دیدیں تو ایک تہائی سے زائد میں بھی وصیت کا نفاذ جائز ہو گا۔

چنانچہ علّامہ نورالدین محمود بن برکات بن محمد باقانی دمشقی حنفی متوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں: لأنّ الامتناع فی الکلّ لحقّهم، فیجوز بإجازتهم.[1]

یعنی؛ کیونکہ کُل میں وصیت کا ممتنع ہونا ورثاء کے حق کی وجہ سے ہے لہذا اُن کی اجازت سے (کُل مال میں وصیت کا نفاذ) جائز ہو گا۔

مذکورہ ممانیوں کی اولادیں اگر مرحومہ کے ماموں کی اولادیں ہیں اور مندرجہ بالا ورثاء کے علاوہ اصحابِ فرائض وعصبات میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہے مندرجہ بالا ورثاء سے زیادہ قریب کوئی ذوی الارحام میں سے بھی موجود نہیں ہے تو ماموں کی مذکورہ اولاد جائیداد کی وارث ہو گی۔

چنانچہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن الیاس قونوی دمشقی حنفی متوفی ۷۸۸ھ لکھتے ہیں: یُورث ذُورحِمٍ محرم قَریب عن ذِی عصبته

---

[1] مجری الأنهر علی ملتقی الأبحر، کتاب الوصایا، تحت قوله: ولاتصح بمازادعلی الثلث... إلخ، ٦/ ٤٤٨

وفرضٍ منفردهم الكُلَّ.❶

یعنی، عصبہ اور ذوی الفروض نہ ہونے کی صُورت میں ذُور حم مَحرم کُل ترکہ کا وارث ہو گا۔

اور ذو رحم کے لئے محرم ہونا شرط نہیں ہے لہٰذا مذکورہ عبارت میں محرم کا ذکر، یہ ناقل کی غلطی ہے۔

چنانچہ علّامہ محقّق محرّر محمد بن محمد شیخ بخاری حنفی متوفی ۸۵۰ھ لکھتے ہیں: وَقید "محرم" سهْوقلَم الناسخ إذ المحرمیّة لیستْ شرطاًو بیّن المصنِّف مَعنى ذى رحم شرعاًیتوصفُه لقوله: "قریب".❷

یعنی، اور مَحرم کی قید یہ ناقل کے قلم سے سہو ہے؛ کیونکہ مَحرم ہونا شرط نہیں ہے اور مصنّف نے شرعاًذورحم کا معنی اپنے قول "قریب" سے بیان فرمایاہے۔

ذورحم اَقرب، ذورحم اَبعد کو مجوب کردے گا۔

چنانچہ اِس بارے میں علّامہ شیخ بخاری لکھتے ہیں: و یَحجب الأقرب فِی کل صنفٍ منهُم الأبعدفَهو کالعصَبات.❸

یعنی، اور ہر قسم کا اَقرب ذورحم، اَبْعَد کو مجوب کرے گاتووہ عصبات کی طرح ہے۔

❶ دُرَرالبحارفی الفقه علی المذاهب الأربعة، کتاب الفرائض، ق۸۵/ ب، مخطوط مصوّر

❷ غُرَرالأذکارفی شرح دُرَر البحار، کتاب الفرائض، باب ذکرذوی الأرحام، ق۱۷۷/ ألف، مخطوط مصوّر

❸ غُرَرالأذکارفی شرح دُرَر البحار، کتاب الفرائض، باب ذکرذوی الأرحام، ق۱۷۷/ ألف، مخطوط مصوّر

اور علّامہ نظام الدین اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے: وإنّما يَرث ذوُو الأرحام إذا لم يَكن أحدٌ مِنْ أصحاب الفرائضِ ممّن يُردّ عليهِ ولَم يكُن عصبةٌ. ❶

یعنی، ذوی الارحام اُس وقت وارث ہوتے ہیں جب اصحابِ فرائض موجود نہ ہوں جن کی جانب ترکہ لوٹایا جائے اور نہ ہی عصبات ہوں۔

لہٰذا مرحومہ کی جائیداد اُس کے چار ماموں زاد بھائیوں اور تین ماموں زاد بہنوں میں " لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ " ❷ (یعنی، بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر ہے) کے قاعدہ کے مطابق تقسیم ہوگی کہ ہر لڑکے کو دو، دو حصّے اور ہر لڑکی کو ایک، ایک حصّہ ملے گا اِس طرح کُل گیارہ حصے ہوں گے۔

چنانچہ علّامہ نظام الدین اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت ❸ نے لکھا ہے: وإن كانُوا مُختلِطِين فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔ ❹

یعنی، پس اگر ورثاء ملے جلے ہوں تو لڑکے کے لئے لڑکی کی بنسبت دُگنا حصہ ہو گا۔

المسئلۃ من: ١١

المیـــــــــــــــــــــــــــــــــــت

---

❶ الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوى الأرحام، ٦/ ٤٥٩

❷ النسآء: ٤/ ١١

❸ الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوى الأرحام، ٦/ ٤٥٩

❹ النسآء: ٤/ ١١٧

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۳۰/ ذو الحجۃ، ۱۴۲۳ھ ۴۰/ مارچ، ۲۰۰۳م JIA-410

حضور ﷺ تہبند کیوں استعمال فرماتے تھے؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ ہمارے پیارے آقا مدنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خود فرمارہے ہیں کہ میں شلوار سے زیادہ ستر والی کوئی شے نہیں پاتا تو پھر آخر اِس میں کیا حکمتیں ہیں کہ اِس فرمان کے باوُجود حُضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی مَواظبت (ہمیشگی) تہبند پر رہی؟

(سائل: انس رضا، سولجر بازار، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدّس الجواب: حضراتِ فُقہائے کرام نے پاجامہ یا شلوار پہننے کو سنّت لکھا ہے۔

چنانچہ علّامہ محمد بن ابو بکر بن فضیل حنفی متوفی ۵۷۳ھ لکھتے ہیں: لبسُ السّراویلِ سنّۃ وھُو مِن أسترِ الثّیاب للرّجال وَالنّساء۔ ❶

یعنی، پاجامہ پہننا سنّت ہے؛ کیونکہ اِس میں مردوں اور عورتوں کے لئے بہت زیادہ سترِ عورت ہے۔

اور اِسی طرح علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہِند کی ایک

---

❶ شِرعۃ الإسلام إلی دار السّلام، فصل فی سُنَن اللّبس، ص ۱۹۷

جماعت نے "الغرائب" کے حوالے سے "الفتاویٰ الھندیة" [1] میں نقل کیا ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: پاجامہ پہننا سنّت ہے؛ کیونکہ اِس میں بہت زیادہ ستر عورت ہے۔ اِس کو سنّت بایں معنی کہا گیا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِسے پسند فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پہنا۔ خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تہبند پہنا کرتے تھے، پاجامہ پہننا ثابت نہیں۔ [2]

اور مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد وقار الدین قادری حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں: حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام بھی پاجامہ پہنا کرتے تھے۔ [3]

لیکن حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مواظبت تہبند پر ہی فرمائی، حکمتیں وہ خود علیہ اَلف اَلف صلوٰۃ والف الف سلام ہی جانیں۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرحلہ پر تواضع اور منکسر المزاجی کو اختیار فرمایا ہے، کھانے میں بھی عاجزی کے ساتھ بیٹھنے کو اختیار فرمایا اِسی طرح

---

[1] الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الباب التاسع فى اللبس ما يكره من ذلك وما لا يكره، ۵/ ۳۳۳

[2] بہار شریعت، لباس کا بیان، ۳/ ۱۶/ ۴۱۶۔۴۱۷

[3] وقار الفتاویٰ، کتاب الصلاۃ، لباس کا بیان، ۲/ ۲۴۵

یہاں بھی چونکہ بنسبت شلوار یا پائجامہ کے، تہبند میں تواضع کی جھلک موجود ہے بلکہ تہبند سراپا تواضع، لباس ہے۔ اِس سبب سے تہبند کو اختیار فرمایا ہے اور بھی حکمتیں ہیں، مگر یہی حکمت عالیہ ہے جو تمام پر غالب ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صفت کمال رکھتی ہے۔ کسی بھی صفت کو لے لیں، صفتِ نبوّت ورسالت میں سیّد الانبیاء اور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور صفتِ رحمت میں رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صفتِ علم میں فَوقَ کُلِّ ذِی علمٍ عَلِیْم صلی اللہ علیہ وسلم تو صفتِ تواضع میں سیّد المتواضِعین صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں۔

اور تہبند بھی لباسوں میں تواضع کے اعتبار سے "سیّد التواضع" لباس ہے۔ دراز گوش پر سواری کو اچھا بھلا پسند نہیں کرتا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سواری کو بھی عزت بخشی ہے۔ یہ ہے وہ تواضع کا اعلیٰ مقام جہاں کسی کی رسائی نہیں ہوتی یہاں بھی تواضُع کی صفت نظر آرہی ہے بلکہ اعلیٰ وارفع درجہ کی تواضع موجود ہے۔ جس کو اپنایا ہے، اپنے غلاموں کو تعلیمِ تواضع کی صفت حَسَنہ سے آشنا کیا ہے۔ (1)

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

۲۸/ ذو القعدۃ، ۱٤۲۱ھ - ۲۳/ فروری، ۲۰۰۱م JIA-38

(1) تمامه فی الفتاویٰ للأستاذ المفتی محمد أحمد النّعیمی النقشبندی السندی مدّ ظلّه العالی

غارِ حرا میں نبی کریم ﷺ کی عبادت

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ غارِ حرا میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو عبادت کرتے تھے اُس کا نام کیا تھا، برائے کرم اِس کی وضاحت فرمائیں؟

(سائل: محمد شہزاد عطاری، نیا آباد، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: احادیث مبارکہ میں اتنا ضرور ثابت ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسّلام غارِ حرا میں عبادت فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند سے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں: وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاء فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ العَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ. (1)

یعنی، اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام غارِ حرا میں خلوت اختیار فرمانے لگے اور گھر لوٹنے سے پہلے آپ وہاں کئی کئی راتیں عبادت کرتے رہتے۔

اَب رہی یہ بات کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ سلم کی وہاں عبادت کیا تھی؟ تو اِس کے بارے میں علّامہ مجد الدین محمد ابن یعقوب فیروز آبادی شیرازی

---

(1) صحیح البخاری، باب بدء الوحی، برقم الحدیث: ۳، ۱/ ۶

متوفی۸۲۶ھ لکھتے ہیں: وللعُلماءِ فِی عبادتِه فِی خَلوتِه قَولانِ. قَال بعضُهمْ كانتْ عبادَته بالفكرِ وقَال بعضُهم بالذّكرِ وَهذَا القَول هُو الصّحِيح. ❶

یعنی، آپ علیہ الصّلوۃ والسّلام کی وہاں خلوت میں عبادت کے بارے میں عُلماء کے دو قول ہیں، بعض عُلمائے کرام نے فرمایا کہ آپ کی عبادت "غور و فکر" تھی جبکہ دیگر بعض نے فرمایا کہ وہ عبادت ذِکر کے ذریعے تھی، اور یہی قول صحیح ہے۔

اور علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: أُجِيب: بِأنّ ذلِك كانَ بالتّفكّر وَ الِاعْتبار. ❷

یعنی، آپ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی صفتِ عبادت کے بارے میں جواب دیا گیا ہے کہ وہ غور و فکر اور عبرت پذیری تھی۔

اور علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں: وقَال شَيخُ الإسلَامِ البُلقيني فيْ شرحِ البُخاري: لَم تَجيء فِي الأحاديثِ الّتي وقفنَا عَليهَا كَيفِية تعبّده ﷺ، لكِن رَوى ابنُ إسحَاق وغيرُه أنّه ﷺ كَان يَخرُج إلى حِراء فِي كُلّ عَام شهراً من السّنةِ يتنسّكُ فِيه، وكَان

---

❶ سفر السعادۃ، فاتحۃ الکتاب فی ذکر حال حضرۃ سیّدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل نزول الوحی... إلخ، ص۱۷

❷ عمدۃ القاری شرح البخاری، کتاب بدء الوحی، برقم الحدیث:۳، تحت قولہ: مثل فلق الصبح، ۱/ ۱۰۴

من تنسّك قُريش في الجَاهليةِ أن يطْعمَ الرّجل مَن جاءَه مِن المسَاكين حَتّى إذَا انصَرفَ مِن مجَاورتِه لَم يدخلْ بيتَه حَتّى يطُوفَ بالكعبةِ وحمَلَ بعضُهم التّعبّدَ علَى التّفكرِ.قَال:وعِندِي أنّ هذَا التّعبُّد يشْتمِل عَلى أنوَاع:وهِي الانعِزَال عَن النّاسِ،كَما صنعَ إبراهيمُ عَليه السَّلام بِاعتزالِه قَومه والانْقطَاع إلى الله تعَالى فإنّ "انتظارَ الفرجِ عبادَة" كَما رَواه عليٌّ بنُ أبِي طَالب مرفوعاً وَينضم إلى ذلِك الأفكَار وعَن بعضِهم: كَانتْ عبَادتهﷺ في حرَاء التّفكّر. انتهى. ❶

یعنی، شیخ الاسلام امام بُلقینی نے "شرحِ بخاری" میں فرمایا کہ ہم جن احادیث سے واقف ہوئے ہیں، اُن میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیفیتِ عبادت کے بارے میں وارد نہیں ہوا ہے، لیکن امام ابنِ اسحاق وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر سال ایک مہینے کیلئے غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور وہاں عبادت کرتے تھے اور دورِ جاہلیت میں قریش کی ایک عبادت یہ تھی کہ وہ آنے والے مسکین کو کھانا کھلاتے حتی کہ آپ علیہ السلام جب غارِ حرا کی مجاورت سے واپس لوٹتے تو اس وقت تک گھر تشریف نہ لے جاتے جب تک آپ خانہ کعبہ کا طواف نہ کر لیتے اور بعض حضرات نے اس وقت کی عبادت کو غور و فکر پر محمول کیا ہے (مطلب

❶ المواهب اللّدُنيّة بالمنح المحمديّة، المقصد التّاسع فى لطيفة من عباداته، ۳/ ۱۱۱

یہ کہ آپ غور و فکر فرماتے تھے)۔ امام بُلقینی علیہ الرحمہ نے فرمایا: میرے نزدیک یہ عبادت کئی انواع پر مشتمل تھی مثلاً لوگوں سے علیحدگی، جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ سے لَو لگائی؛ کیونکہ کُشادگی کا انتظار بھی عبادت ہے جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے، پھر یہ کہ آپ غور و فکر بھی کرتے تھے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ غارِ حرا میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبادت تفکّر کی صُورت میں تھی۔

اور مفتی محمد شریف الحق امجدی حنفی متوفی ۱۴۲۰ھ لکھتے ہیں: یہ عبادت بالارکان یاصرف باللّسان، یاصرف بِالقلب تھی یعنی کچھ مخصوص اعمال ادا فرماتے تھے جیسے قیام، سجود، یاصرف زبان سے کچھ کلمات پڑھتے تھے یاصرف مراقبہ فرماتے تھے یاسب کچھ تھا، عُلماء نے الگ الگ رائیں قائم کی ہیں، "مواہب اللّدنیہ" (1) میں ہے کہ ابنِ مرابط وغیرہ کا قول ہے کہ یہ عبادت صرف بالتفکّر تھی۔ علّامہ مجد الدین شیرازی و حضرت شیخ عبد الحق مُحدّث دہلوی قدس سرہ کا فیصلہ یہ ہے کہ بالذکر تھی۔ اخیر کی تائید میں حضرت شیخ مُحدّث دہلوی قدس سرّہ نے "شرح سفر السعادۃ" (2) میں یہ فرمایا کہ ذِکر، فکر سے افضل ہے مگر اِتنے سے دلیل تامّ نہیں ہوئی اِس کے ساتھ یہ مقدّمہ بھی لگانا پڑے گا اور نبی کی یہ شان نہیں

---

(1) المواهب اللّدُنيّة بالمنح المحمديّة، المقصد التّاسع فى لطيفة من عباداته، ۳/ ۱۱۱

(2) شرح سفر سعادت، فاتحۃ الکتاب در ذکر حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم پیش از نزولِ وحی... اِلخ، ص ۲۶

کہ مفضول پر عمل کرے لیکن ہر ذی علم جانتا ہے کہ یہ مقدمہ کلیۃً تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں کبھی ضرورت داعی ہوتی ہے تفکر کی۔ اُس وقت تفکّر ذِکر سے افضل ہوتا ہے۔ بہر حال جس نے بھی ترجیح دی، قیاس سے دی اور یہاں قیاس کو دخل نہیں، روایت ضروری ہے لیکن کسی بزرگ نے اِس کے ثبوت میں کوئی روایت پیش نہیں فرمائی اور یہ حُسنِ ظنّ کہ جب قول کیا ہے تو کوئی نہ کوئی دلیل ضروری ہوگی، سبھی کے ساتھ ہونا چاہئے کسی ایک بزرگ کے ساتھ مخصوص کیوں ہے؟ اِسی لئے سبھی قول مُساوی درجے میں ہوئے۔ اِس لئے خادم کا مختار یہ ہے کہ یہاں بھی توقّف ہی مناسب ہے۔ [1]

لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسّلام غارِ حرا میں عبادت ضرور فرمایا کرتے تھے، لیکن اُس عبادت کی کیفیت کیا تھی؟ اِس باب میں عُلماء مختلف ہیں، اور پھر اِسے جاننے پر ہمارا کوئی عمل یا عقیدہ بھی موقوف نہیں، اِس لئے توقّف ہی مناسب ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

١٧ذوالحجہ١٤٢١ھ.١٣مارچ٢٠٠١م JIA:44

[1] نزهة القارى شرح صحيح البخارى، باب كيف كان بدء الوحى، حديث حراء، ٢٤٢،٢٤١/١

صَفر کے آخری بدھ کی شرعی حیثیت

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ صَفر کے آخری چہار شنبہ (بدھ) کے روز مِٹھائی تقسیم کی جاتی ہے، اِس موقع پر درزی حضرات چُھٹی کرتے ہیں، اِس بارے میں کیا حکمِ شرع ہے؟

(سائل: محمد یٰسین شیخ ولد محمد فاروق، جٹ لائن، لائنز ایریا، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: سُوال میں ذِکر کردہ تمام اُمور بے اصل و بے بنیاد ہیں۔

چنانچہ امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ سے صَفر کے آخری بُدھ کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ نے اُس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ہر گز نہ ہو سخت فتنہ ہے اور چہار شنبہ (بدھ) محض بے اصل۔ (1)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: ماہِ صفر کا آخر چہار شنبہ ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے، لوگ اپنے کاروبار بند کر دیتے ہیں، سیر و تفریح و شکار کو جاتے ہیں، پوریاں پکتی ہیں اور نہاتے دھوتے خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِس روز غسلِ صحت فرمایا تھا اور بیرونِ مدینہ طیبہ سیر کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ یہ سب باتیں بے اصل ہیں، بلکہ اِن دنوں میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا

---

(1) فتاویٰ رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، دیکھنا اور چھونا، ۲۲/ ۲۴۰

مرض شدت کے ساتھ تھا، وہ باتیں خلافِ واقع ہیں۔ ❶

اور حکیم الاُمت مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں: بعض لوگ صفر کے آخری چہار شنبہ (بدھ) کو خوشیاں مناتے ہیں کہ منحوس شہر (مہینہ) چل دیا، یہ بھی باطل ہے۔ ❷

ماخذ ومراجع

(۱) **أشعة اللمعات شرح مشكوة المصابيح** للشيخ عبدالحق المحدث الدهلوي الحنفي (ت ۱۰۵۲ھ)، مطبوعة: كتب خانه مجيدية، ملتان

---

❶ بہارِ شریعت، آدابِ سفر کا بیان، ۳/۱۲/۶۵۹

❷ مرآۃ المناجیح، کتاب الطب والرقی، باب الفال والطیرۃ، تحت الحدیث: ۴۲۱۳، ۶/۲۵۷

(۲)**الاختيار لتعليل المختار** للعلّامة عبدالله بن محمود الموصلى الحنفى (ت۶۸۳ھ)، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثانيه ۱۴۲۳ھ. ۲۰۰۲م

(۳)**الأشباه والنظائر** للعلّامة الشيخ زين الدين بن إبراهيم بن محمّد بن بكر المعروف بابن نجيم المصرى الحنفى (ت۹۷۰ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلميّة، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۱۳ھ-۱۹۹۳م

(۴)**الجوهر المنير شرح التنوير** لِلعلّامة حسين إسكَندرى الرومى، مخطوط مصوّر.

(۵)**الدر المختار شرح تنوير الأبصار** للعلّامة علاؤالدين محمد بن على الحصكفى الحنفى (ت۱۰۸۸ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۳ھ. ۲۰۰۲م

(۶)**السِراج الوهّاج** للإمام أبى بكر بن على الحنفى المعروف بالحدّادى العبادى (ت۸۰۰ھ)، مخطوط مصوّر

(۷)**السراجية (فى الميراث)** للإمام سراج الدين محمد بن محمد بن عبد الرشيد بن طيفور أبو طاهر السجاوندى الحنفى (ت فى حدود ۶۰۰ھ)، مطبوعة: ضياء القرآن، لاهور

(۸)**السُنن الكبرىٰ** للإمام الحافظ أبى بكر أحمد بن الحسين البَيهقى (ت۴۵۸ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة: ۱۴۲۰ھ. ۱۹۹۹م

(۹)**العطاء النبوية فى الفتاوى الرضوية** لإمام أهل السنة الحاج الحافظ القارى الشاه أحمد رضا خان الحنفى (ت۱۳۴۰ھ)، مطبوعه: رضافاؤنڈيشن، لاهور، طبعة: ۱۴۲۷ھ-۲۰۰۶م

(۱۰)**الفتاویٰ التاتارخانیۃ** للإمام الفقیه عالم بن علاء الأندربتی الحنفی (ت۷۸٦ھ)، مطبوعة:مكتبة فاروقية، كوئٹة

(۱۱)**الفتاویٰ الهندیۃ** للعلّامة الهمّام مولانا الشیخ نظام الدین الحنفی (ت۱۰۹۲ھ) وجماعة من عُلماء الهند الأعلام،مطبوعة:دارالمعرفة،بیروت،الطبعة الثالثة ۱۳۹۳ھ - ۱۹۷۳م

(۱۲)**الکافی شرح الوافی** للشیخ الإمام أبی البَركات عبد الله بن أحمد بن محمُود المعروف بحافظ الدین النّسفی (ت ۷۱۰ھ)،مطبوعة:دارالمنهاج القویم، الطبعة الأولیٰ ١٤٤٥ھ.۲۰۲٤م

(۱۳)**المحیط البُرهانی** للإمام برهان الدین أبی المَعالی محمود بن أحمد بن عبد العَزیز بن عمر البخاری الحنفی المعروف بابن مازة (ت٦١٦ھ)،مطبوعة:دارالکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأولیٰ ١٤٢٤ھ.۲۰۰٤

(۱٤)**المُصنف لابن أبی شیبة** للعلّامةأبی بکرعبدالله بن محمدأبی شیبةالکوفی (ت۲۳٥ھ)، مطبوعة:دار قرطبة،بیروت،١٤٢٨ھ-۲۰۰۷م

(۱٥)**المعجم الکبیر** للإمام الحافظ أبی القاسم سُلیمان بن أحمد بن أیوب اللّخمی الطَّبرانی (ت۳٦۰ھ)، مطبوعة:مکتبةابن تیمیة،القاهرة، الطبعة:١٤١٥ھ، ۱۹۹٤م

(۱٦)**المَواهب اللَّدُنیّة بالمنح المحمدیّة** للعلّامة أحمدبن محمّد القسطلّانی الشّافعی(ت۹۲۳ھ)،مطبوعة: دارالکتب العلمیّة، بیروت،الطبعة الأولی ١٤١٦ھ-۱۹۹٦م

(١٧) **النّتف** للعلّامة أبو الحسن على بن حُسين سُغدى الحنفى (ت٤٦١هـ) ، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت، الطّبعةالأولیٰ ١٤١٧هـ. ١٩٩٦م

(١٨) **الهداية فى شرح بداية المبتدى** لشيخ الإسلام برهان الدين على بن أبى بكر المرغينانى الحنفى (ت٥٩٣هـ)، مطبوعة: دار الأرقم، بيروت

(١٩) **أوضح رمز على نظم الكنز** للعلّامةعلى بن محمد ابنِ غانم المقدسى الحنفى (ت١٠٠٤هـ)، مخطوط مصوّر

(٢٠) **بحرالعلوم المعروف بتفسيرالسمرقندى** للإمام أبى اللّيث نصربن محمدالسّمرقندى حنفى متوفى ٣٧٣هـ، مطبوعة: دارالفكر، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٦هـ.١٩٩٦م

(٢١) **بدائع الصّنائع** للإمام علاء الدّين أبى بكر بن مسعود الكاسانى الحنفى (ت٥٨٧هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلميّة، بيروت، الطبعةالأولیٰ ١٤١٨هـ. ١٩٩٧م

(٢٢) **بهارِشريعت** لصدر الشريعة محمد أمجد على الأعظمى الحنفى (ت١٣٦٧هـ)، مطبوعة: مكتبة المدينة، كراتشى، سنّ الطباعة: ١٤٣٥هـ.٢٠١٤م

(٢٣) **تحفة الملُوك** للعلّامةزين الدّين محمّدبن أبوبكرالرّازى الحنفى (ت٦٦٧هـ)، مطبوعة: دارالبشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٧هـ. ١٩٩٧م

(٢٤) **تفسيرالمجاهد** لأبى الحجاج مجاهد بن جبر مخزومى (ت١٠٤هـ)، مطبوعة: دارالفكر الإسلامى، مصر، الطبعة الأولیٰ ١٤١٠هـ.١٩٨٩م

(۲۵)**تفسیرتُستری** للعلّامةأبی محمّدسھل بن عبدالله تُستری الحنفی (ت۲۸۳ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیّة،بیروت،الطّبعة الأولیٰ ۱٤۲۳ھ

(۲٦)**تمام العنایة فی الفَرق بین الصّریح الطّلاق والکنایة علّامه** مخدوم محمّدھاشم ٹھٹوی الحنفی (ت ۱۱۷٤ھ)،مخطوط مصوّر

(۲۷)**تنویر الأبصار** للشیخ محمد بن عبد الله بن أحمد الغزی الحنفی التمرتاشی (ت۱۰۰٤ھ) مع شرحه الدر المختار،مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۳ھ.۲۰۰۲م

(۲۸)تیسیر بشرح جامع الصّغیر لحافِظ زین الدّین محمّدعبدالرّؤوف بن تاج العارفین مُناوی الشّافعی (ت ۱۰۳۱ھ)،مطبوعة:مکتبة الإمام الشّافعی، الرِ یاض،الطّبعة الثالثة۱٤۰۸ھ.۱۹۸۸م

(۲۹)**جامع المضمرات فی شرح مختصر القدوری** للعلّامةیوسف بن عُمر کادوری الحنفی(ت ۸۳۲ھ)، مطبوعة:دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ۱٤۳۹ھ.۲۰۱۸م

(۳۰)**حاشیة السِّندی علیٰ ھامش سُنَن ابن ماجة**للعلّامةأبی الحسن کبیرمحمدبن عبدالھادی السندی الحنفی(ت۱۱۳۸ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیّة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱٤۱۹ھ-۱۹۹۸م

(۳۱)**حاشیةالطّحطاوی علی الدرالمختار**للعلّامةأحمدبن محمّدبن اسماعیل الطحطاوی الحنفی (ت۱۲۳۱ھ)،مطبوعة:دارالفقیه،۱۳۹۰ھ.۱۹۷۰م

(۳۲)**حاشیةعلی الدُّرر الحکّام** للعلّامةأبوالإخلاص حسن بن عمّارالشرنبلالی الحنفی(ت ۱۰٦۹ھ) ، مطبوعة:میرمحمدکتب خانة،کراتشی

(۳۳)**حِلیۃ النّاجی فی شرح الحلبی الصغیر** للعلّامۃ مصطفیٰ بن محمّد کوزل النقشبندی الحنفی، مطبوعۃ: المطبعۃ العثمانیۃ ۱۳۰۶ھ

(۳۴)**خزائن العرفان** لصدر الأفاضل السیّد محمّد نعیم الدین الحنفی (ت۱۳۶۷ھ)، مطبوعۃ: ضیاء القرآن، لاھور

(۳۵)**خُلاصۃ الدّلائل فی تنقیح المسائل** للعلّامۃ حسّام الدین علی بن مکّی الرّازی الحنفی (ت ۵۹۷ھ)، مطبوعۃ: مکتبۃ الرُّشد، الریاض، الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۲۸ھ.۲۰۰۷م

(۳۶)**خُلاصۃ الفتاویٰ** للشیخ طاھر بن أحمد بن عبد الرشید بن الحسن الإمام افتخار الدین البخاری الحنفی السّرخسی (ت۵۴۲ھ) مع مجموعۃ الفتاوی، مکتبۃ رشیدیۃ، کوئٹۃ

(۳۷)**دُرَرالبحارفی الفقہ علی المذاھب الأربعۃ** شمس الدین أبوعبداللہ محمّد بن یوسف بن الیاس قونوی الدمشقی الحنفی (ت ۷۸۸ھ)، مخطوط مصوّر

(۳۸)**ذخیرۃ الفتاوی(الذخیرۃ البرھانیۃ)** للإمام برھان الدّین أبي المعالی محمود بن أحمد بن عبد العزیز بن عمر البخاری الحنفی المعروف بابن مازۃ (ت۶۱۶ھ)، مطبوعۃ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۴۰ھ-۲۰۱۹م

(۳۹)**ردّ المحتار علی الدّرالمختار** للإمام الفقیہ العلّامۃ السید محمد أمین بن عمر عابدین الشامی الحنفی (ت ۱۲۵۲ھ)، مطبوعۃ: دار المعرفۃ، بیروت، الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۲۰ھ. ۲۰۰۰م

(۴۰)**زادالمسیر** للعلّامة جمال الدّین أبوالفرج عبدالرّحمن علی بن محمّد الجوزی(ت ۵۹۷ھ)،مطبوعة:دار الکتاب العربی،بیروت،الطبعه الأولیٰ ۱٤۲۲ھ

(۴۱)زواهر الجواهر النضائر علیٰ الأشباه والنّظائر للعلّامة صَالح بن محمّد بن عبد الله بن أحمد التُمرتاشِی الحنفی (ت۱۰۵۵ھ)،مخطوط مصوّر

(۴۲)**سفر السّعادة** للعلّامة مجدالدّین محمد ابن یعقوب فیروزآبادی شیرازی (ت۸۲٦ھ)،مطبوعة:دار القلم،بیروت،الطبعة الأولیٰ۱٤۰٦ھ. ۱۹۸٦م

(۴۳)**سُنَن ابن ماجة** للإمام المحدّث أبی عبد الله محمّد بن یزید القُزوینی (ت۲۷۳ھ)،مطبوعة:دارالکتب العلمیة،بیروت، الطبعة الأولیٰ۱٤۱۹ھ. ۱۹۹۸م

(۴۴)**سُنَن أبی داود** للإمام الحافظ المصنف المتقن أبی داود سلیمان بن الأشعث السّجستانی الأزدی (ت ۲۷۵ھ)، مطبوعة:دار ابن حزم،بیروت،الطّبعة الأولیٰ ۱٤۱۸ھ. ۱۹۹۷م

(۴۵)**سُنَن الترمذی** للإمام أبی عیسی محمد بن عیسی بن سورة الترمذی (ت۲۷۹ھ)، مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأولیٰ۱٤۲۱ھ- ۲۰۰۰م

(۴٦)**سُنَن الدّارمی** للإمام أبی محمّدعبدالله بن عبدالرّحمن الدّارمی(ت ۲۵۵ھ)،مطبوعة:دارالکتب العلمیّة،بیروت،الطبعةالأولی ۱٤۱۷ھ. ۱۹۹٦م

(۴۷)**سُنَن النّسائی المسمی بالمجتبی** للإمام أبی عبد الرّحمن أحمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر الخراسانی النّسائی(ت۳۰۳ھ)،مطبوعة:دار الفکر،بیروت،

الطبعة الأولیٰ ١٤١٥ھ-١٩٩٥م

(٤٨)**شرح الزّیادات** للعلّامةالفقیه حسن بن منصورأوزجندی الحنفی (ت٥٩٢ھ)،مطبوعة:دار إحیاءالتراثِ العربی،بیروت

(٤٩)**شرح سفرسعادت** للشیخ عبدالحقّ المحدّث الدهلوی الحنفی (ت١٠٥٢ھ)، مطبوعة:النّوریة رضویة پبلشنگ کمپنی،لاهور،سنِ طباعت: ١٤٣١ھ.٢٠١٠م

(٥٠)**شرح فضائلِ دُعا** لإمام أهل السنة الحاج الحافظ القاری الشاه أحمدرضا خان الحنفی (ت١٣٤٠ھ)، مطبوعة:مکتبة المدینة،کراتشی،سنّ الطّباعة:٢٠٠٩م

(٥١)**شرح مجمع البحرین وملتقی النیّرین** لمظفّرالدین ابوالعبّاس أحمدبن علی ابنِ سَاعاتی الحنفی(ت ٦٩٤ھ)،مطبوعة:دار الفلاح،الطّبعة الأولیٰ ١٤٣٧ھ. ٢٠١٦م

(٥١)**شِرعة الإسلام إلیٰ دارالسّلام** للإمام محمّدبن أبی بکرالحنَفی (ت٥٧٣ھ)، مطبوعة:دار اللّباب، بیروت،الطبعة الأولیٰ ١٤٤٠ھ.٢٠١٩م

(٥٢)**صحیح البخاری** للإمام الحافظ أبی عبد الله محمد بن إسماعیل البخاری (ت٢٥٦ھ)مطبوعة:دار الکتب العلمیّة، بیروت، ١٤٢٠ھ.١٩٩٩م

(٥٣)**صحیح مسلم** للإمام مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری (ت٢٦١ھ)،مطبوعة:دارإحیاء التراثِ العربی،بیروت

(٥٤)**عمدة القاری شرح صحیح البخاری** للعلّامةبدرالدین محمودبن أحمدالعینی الحنفی(ت٨٥٥ھ)، مطبوعة:دار الفکر،بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٨ھ.١٩٩٨م

(٥٥)**غُرَرالأذکار فی شرح دُرَر البحار** للعلّامة المحقّق محمّد بن محمّدشیخ البخاری الحنفی (ت ٨٥٠ھ) ،مخطوط مصوّر

(٥٦)**غمزعُیون البصائر** للعلّامة أحمدبن محمّدالحموی الحنفی (ت١٠٩٨ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیّة، بیروت،الطبعة الأولیٰ١٤٠٥ھ.١٩٨٥ م

(٥٧)**غنیة المستملی فی شرح منیة المصلّی** للعلّامة إبراهیم بن محمد بن إبراهیم الحلبی الحنفی (ت ٩٥٦ھ)، مطبوعة: مکتبۂ نُعمانیّة،کوئٹة

(٥٨)**فتاویٰ العتّابیةأو جوامع الفقه** لزین الدین فخرالأئمه العلّامة أبی نصر أحمدبن محمّدبن عمر العتّابی البخاری الحنفی المتوفی ٨٥٢ھ،مخطوط مصوّر

(٥٩)**فتاویٰ أمجدیّة** لصدر الشریعة محمد أمجد علی الأعظمی الحنفی (ت١٣٦٧ھ)، مطبوعة:مکتبة رضویة،کراتشی،سنّ الطباعة:١٤٣٤ھ-٢٠١٣م

(٦٠)**فتاوی فیض الرسول** للمفتی جلال الدین أحمد الأمجدی الحنفی (ت١٤٢٢ھ)، مطبوعة:شبیر برادرز، لاهور،سنّ الطباعة:١٤١١ھ .١٩٩٢م

(٦١)**فتاویٰ نوریّة** للمفتی محمد نور الله النعیمی الحنفی(ت١٤٠٣ھ)، مطبوعة:شعبۂ تصنیف وتالیف دار العلوم حنفیة فریدیة بصیرپور،ضلع اوکاڑه،طبعة:١٤٢٠ھ-١٩٩٩م

(٦٢)**قُرّة عُیون الأخیار تکمِلة ردّ المحتار** للعلّامة محمّد علاؤ الدین آفندی الحنفی (ت١٣٠٦ھ)، مطبوعة:دارالمعرفه،بیروت،الطبعة الأولیٰ ١٤٢٠ھ. ٢٠٠٠م

(۶۳)**قوت القلوب** لِلعَلّامة أبو طالب محمّدبن علی بن عطیّه المکی (ت۳۸٦ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ۱٤۲٦ھ. ۲۰۰۵م

(۶۴)**کتاب الإیضاح** للعلّامة أبوالفَضل عبدالرّحمن بن محمّد الکرمانی الحنفی (ت٥٤۳ھ)، مخطوط مصوّر

(٦٥)**کتاب المبسوط** لشمس الأئمة محمّدبن أحمد بن أبی سَهل السّرخسی أبی بکر الفقیه الحنفی (ت ٤٨۳ھ)، مطبوعة: دار الفکر، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢١ھ-۲۰۰۰م

(٦٦)**کشف الأسرارشرح أصُول البزدوی** للعلّامة علاؤالدّین عبد العَزیز بن أحمدبن محمّد البخاری الحنفی (ت ۷۳۰ھ)، مطبوعة: دارالکتب العلمیّة، بیروت، الطبعة الأولیٰ١٤١٨ھ.١٩٩٧م

(٦٧)**کفایۃ الدرایۃ فی تخریج أحادیث الھدایۃ** للعلّامه العسقلانی (ت٨٥٢ھ)، مطبوعة: دار المعرفة، بیروت

(٦٨)**کنز الدقائق** للشیخ الإمام أبی البرکات عبد الله بن أحمد بن محمود المعروف بحافظ الدین النسفی (ت۷۱۰ھ)، مطبوعة: دار البشائر الإسلامیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٣٢ھ.٢٠١١م

(٦٩)**کنزالعُمّال** للعلّامة علاؤالدّین علی بن حسام الدّین الشّاذلی الهِندی (ت ۹۷٥ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الثانیة١٤٢٤ھ .۲۰۰٤م

(۷۰)**لسان الحکام فی معرفة الأحکام** للعلّامة أبی الولیدأحمدبن محمد ابن شحنة الحنفی (ت ٨٨٢ھ)، الناشر: البابی الحلبی، الطعبة الثانیة۱۳۹۳ھ. ۱۹۷۳م

(۷۱)**متن النقاية مختصر الوِقاية** لصَدرالشّريعة عُبيدالله بن مسعود بن تاج الشريعه محمود بن صدر الشريعه أكبر المحبوبى الحنفى (ت۷٤۷ھ)، مطبوعة: دار السلطان

(۷۲)**مجرى الأنهر على ملتقى الأبحر** للعلّامة نورالدّين محمود بن بركات بن محمّد باقانى الدمشقى الحنفى (ت۱۰۰۳ھ)،مطبوعة:دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ۱٤٤۳ھ.۲۰۲۱م

(۷۳)**مجموعة فتاوىٰ مفتى محمّد أحمد نعيمى** أستاذُ العُلماء شَيخ الحديث مُفتى محمّد أحمد النعيمى السِندى الحنفى أطال الله عمرَه،قلمى

(۷٤)**مُختارات النّوازل** لشيخ الإسلام برهان الدين على بن أبى بكر المرغينانى الحنفى (ت۵۹۳ھ)،مطبوعة: مكتبة الإرشاد،استنبول،الطبعة الأولىٰ۱٤۳۵ ھ.۲۰۱٤م

(۷۵)**مرأة المناجيح شرح مشكاة المصابيح** للمفتى أحمديارخان النّعيمى الحنفى (ت۱۳۹۱ھ)،مطبوعة : قادرى پبلشرز،لاهور،اشاعت:۲۰۰۹م

(۷٦)**مِرقاة المفاتيح** للعلّامة نور الدين على بن سلطان القَارى الهَروى الحنَفى (ت۱۰۱٤ھ)،مطبوعة:دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولىٰ ۱٤۲۲ ھ-۲۰۰۱م

(۷۷)**مسند الإمام أحمد بن حنبل** للإمام الحافظ أحمدبن محمّد بن حنبل (ت۲٤۱ھ)،مطبوعة:عالم الكتب العلميّة، بيروت،الطبعة الأولى ۱٤۱۹ھ–۱۹۹۸م

(۷۸)**مَعالم السُّنن شرح أبى داوٗد** للعلّامة خطّابى (ت۳۸۸ھ)،الناشر:المطبعة العلمية،حَلب،الطّبعة الأولىٰ۱۳۵۱ھ.۱۹۳۲م

(۷۹)**منح الغفّارشرح تنویر الأبصار** للعلّامة شمس الدین محمدبن عبدالله تُمرتاشی الحنفی (ت ۱۰۰۴ھ)، مخطوط مصوّر

(۸۰)**نزهة القاری شرح صحیح البخاری** للمفتی محمّد شریف الحق الأمجدی الحنفی(ت۱۴۲۰ھ)، مطبوعة:فرید بُك سٹال،لاهور،الطبع الثّانی ۱۴۲۸ھ. ۲۰۰۷م

(۸۱)**نور الإیضاح** للعلّامة أبی الإخلاص حسن بن عمّار بن یوسف الوفائی المصری الشرنبلالی الحنفی (ت۱۰۶۹ھ)،مطبوعة:برکات المدینة،کراتشی

(۸۲)**وقارالفتاویٰ** للمفتی الأعظم باکستان المفتی محمد وقار الدین الحنفی القادری (ت ۱۴۱۳ھ)، مطبوعه: بزم وقار الدین،کراتشی، طبعة:۱۴۱۹ھ-۱۹۹۸م

(۸۳)**الجوهرة النیرة** للإمام أبی بکر بن علی الحنفی المعروف بالحدّادی العبادی (ت۸۰۰ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۷ھ. ۲۰۰۶م

العروة في الحج والعمرة

فتاویٰ حج وعمرہ

مؤلف

حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(شیخ الحدیث جامعۃ النور ورئیس دار الافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

مرتب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان قادری ضیائی مدظلہ العالی

(ناظم اعلیٰ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

طلاقِ ثلاثہ کا شرعی حکم

مولف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی
(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

مرتب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان قادری ضیائی مدظلہ العالی
(ناظم اعلیٰ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

ناشر
جمعیتِ اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

کی ایک دلکش کاوش

شانِ الوہیت و تقدیسِ رسالت کا امین

کوثر و تسنیم سے دھلے الفاظ، مشک و عنبر سے مہکا آہنگ

عشق و ادب کی حلاوتوں کا ماخذ

ترجمہ قرآن

کنز الایمان

از

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اب پشتو زبان میں دستیاب ہے